شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن

ماهنامه

راه اسلام

شماره ۱۶۵ - ۱۶۶، جنوری - فروری ۱۹۹۸ء

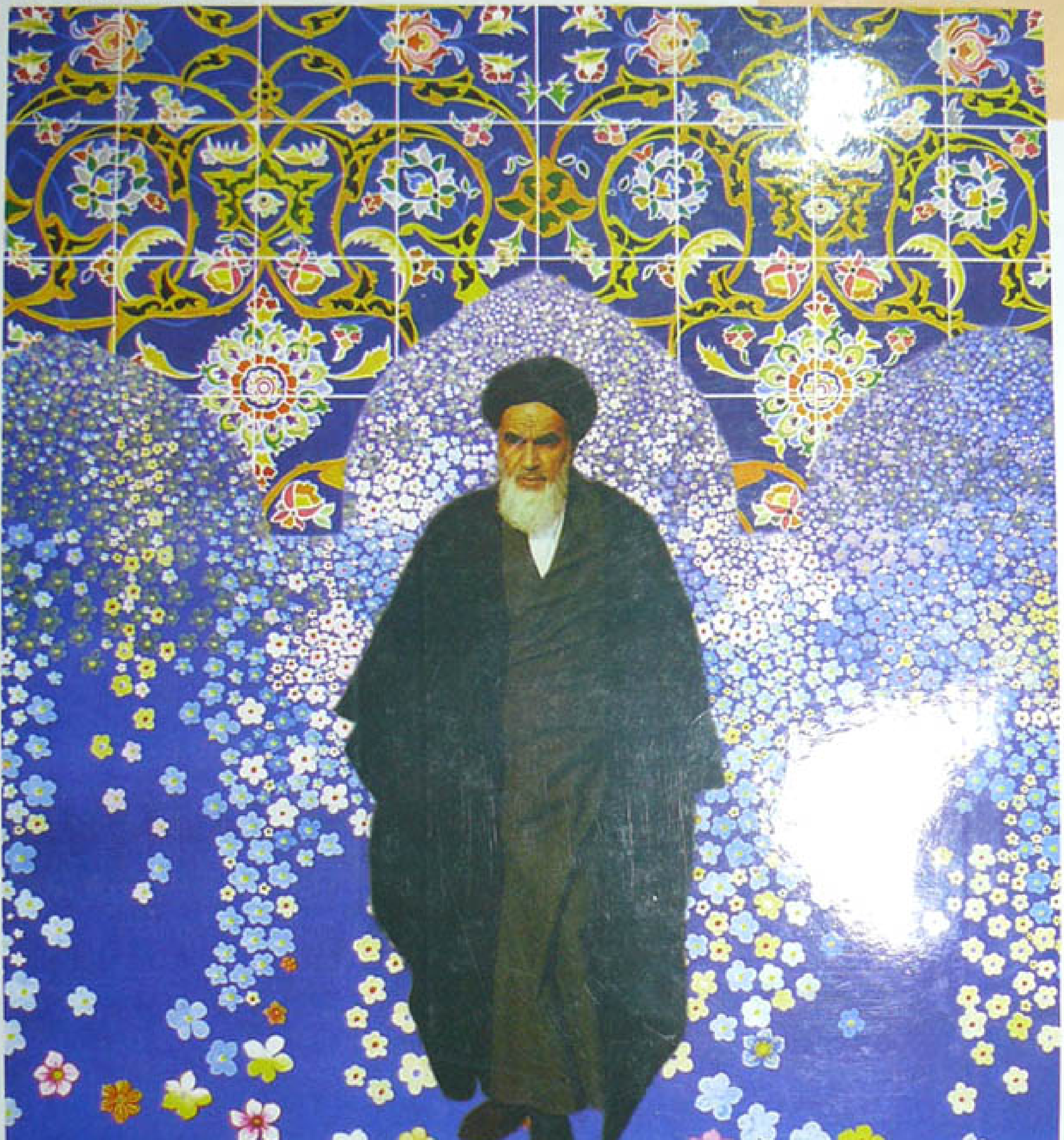

عید سعید فطر اور عظیم الشان انقلاب اسلامی ایران کی انیسویں سالگرہ

تمام لوگوں کو مبارک ہو۔

انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے دس حساس دن

یوم شہدا کے موقع پر رہبر معظم انقلاب اسلامی

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبارک دہۂ فجر تقریبات کے دوران یوم شہیدان انقلاب اسلامی کی راہ میں جان نچھاور کرنے والے شہیدوں کی بارگاہ عالیہ میں عرض ارادت و اخلاص کا بہترین موقع ہے۔ یہ وہ عظیم و سعادت مند لوگ ہیں جنہیں جہاد کی توفیق حاصل ہوئی اور اس کے بدلے میں انہیں شہادت کا عظیم مرتبہ نصیب ہو گیا۔ یہ وہ فرشتہ سیرت لوگ ہیں جنہوں نے اس گزر جانے والی دنیا کی پونجی کو معنوی اور الٰہی اشیاء کے بازار میں قربان و نچھاور کر دیا اور اس کے عوض میں خوشنودی پروردگار حاصل کر لی جو ہر معنوی مال کا گرانقدر ترین فائدہ ہے۔ یہ وہ فرزانہ افراد ہیں جنہوں نے ابدی سعادت اور حیات جاوید کی خاطر اس فانی زندگی کی پرواہ نہیں کی۔

آج ملک و ملت و انقلاب ان صاحبان عز و شرف شہداء اور ان کے پسماندگان کا مرہون و مقروض ہے۔ ایران کی موجودہ عزت، ملک میں رونما ہونے والی ہر ترقی و خوشحالی، امن و سلامتی اور استقلال و آزادی ان عظیم المرتبت شہداء، ان کے والدین اور ان کی صا[illegible] بیویوں کا گرانقدر ہدیہ و تحفہ ہے جو ان لوگوں نے ملت اسلامیہ کے سپرد کیا ہے۔

ان لوگوں پر خداوند عالم اور اس کے صالح بندوں کا سلام۔

والسلام علیکم و علیہم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

سید علی خامنہ ای

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

اداریہ: انقلاب اسلامی ایران اور امام خمینی ۲

قرآنی علوم کا مقابلہ ۶

تعلیمات نہج البلاغہ .... از: محمد تقی فلسفی ۱۰

خطبہ نماز جمعہ کے دوران قائد عظیم الشان کا اعلان ۱۷

امام خمینی کی سیاسی زندگی .... از: محمد حسن رجبی ۳۰

عراقی بحران کے سلسلے میں آیت اللہ رفسنجانی کا خطاب ۳۶

زندگانی پیغمبر اسلامؐ .... از: استاد جعفر سبحانی ۳۹

کلیلہ و دمنہ بہترین ادبی تخلیق .... از: پروفیسر شہرستانی ۴۶

نظم ۵۱

وزیر فرہنگ ڈاکٹر مصطفیٰ معین کا یونسکو سے خطاب ۵۲

وزیر ارشاد اسلامی ڈاکٹر مہاجرانی کا ایشیائی خواتین سے خطاب ۵۴

اہم خبریں ۵۶

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مقالہ کا اسلامی جمہوریہ ایران کے نظریات کا مظہر ہونا لازمی نہیں ہے۔

ماہنامہ
راہ اسلام

شمارہ ۹۵/۹۶ جنوری فروری ۱۹۹۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر:
محمد رضا باقری

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
۱۸ تلک مارگ، نئی دہلی
۱۱۰۰۰۱

شالیمار آفسیٹ پرنٹرس، کوچہ چیلان، نئی دہلی-۲

اداری و دیگر معلومات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ
پر بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
۳۳ مہارشی کروے روڈ (ایم۔ کے۔ روڈ)
بالمقابل چرنی روڈ، ریلوے اسٹیشن بمبئی

اداریہ:

انقلاب اسلامی اور امام خمینیؒ

امسال عید الفطر کے مبارک موقع پر انقلاب اسلامی ایران کی انیسویں سالگرہ کے سلسلے میں دہۂ فجر تقریبات کی شروعات کی وجہ سے ایرانیوں اور دنیا کے انقلاب دوستوں کی مسرت وخوشحالی میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا چنانچہ اس موقع پر لوگوں نے انقلابی جوش وخروش کے ساتھ خصوصی جشن اور تقریباتی پروگراموں کا اہتمام کیا۔

اسلامی انقلاب نے اپنی مختلف ذاتی خصوصیات اور تائید خالق کائنات کے سایہ میں اب تک تعمیر وترقی کی راہوں کو بڑی کامیابی کے ساتھ طے کیا ہے اور ہر طرح کے مسائل ومشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے لئے مسائل ومشکلات پیدا کرنے میں امریکہ اور اس کے متحدین کی شیطانی حرکتوں کا نمایاں کردار رہا ہے تاکہ ناگفتہ بہ پریشانیوں کے دباؤ میں آکر اسلامی جمہوریۂ ایران اپنے حق پسندانہ موقف سے پیچھے ہٹ جائے لیکن وقت کی رفتار کے ساتھ ان مسائل ومصائب نے ایرانی عوام اور اسلامی نظام کو غیر معمولی استحکام وثبات قدم سے مالا مال کر دیا۔

در حقیقت اسلامی انقلاب کی جن ذاتی خصوصیات نے اسلامی نظام کو تعمیر وترقی اور استحکام وثبات قدم کی راہ پر پیش قدم بنا رکھا ہے اور جن خصوصی صفات کی وجہ سے ملک وملت کو ثقافتی' سماجی' سیاسی اور اقتصادی شعبوں میں غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) دین مبین اسلام اور خداوند عالم کی قدرت وحاکمیت مطلقہ پر ملت اسلامیہ ایران کا مکمل اعتقاد وایمان جو انہیں تعلیمات قرآن کریم اور پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی سنت وسیرت سے حاصل ہوا ہے۔

(۲) ملت اسلامیہ ایران کی حق طلبی اور اس کا راسخ عزم وارادہ

(۳) ولایت فقیہ پر' جو نبوت وامامت کی اعتقادی بنیاد سے وابستہ ہے' ایرانی عوام کا بھرپور اور اٹل اعتقاد واعتماد۔

(۴) امام خمینیؒ کی گرانقدر میراث جو اُن کی تقریروں اور تحریری ہدایتوں کی شکل میں ایرانی عوام کے پاس گرانقدر امانت کی حیثیت سے محفوظ ہے اور اعتقادی وسیاسی مسائل میں مشعل فروزاں کا درجہ رکھتی ہے۔

تہذیب وتمدن اور انسان کی سماجی زندگی میں موجود مثبت عناصر میں ان عظیم وفرزانہ افراد کی قربانی وفداکاری کا بہت بڑا کردار ہوا کرتا ہے جن لوگوں نے اپنے عظیم افکار ونادر خیالات کے ذریعہ دنیائے بشریت کو عدل وانصاف' آزادی واستقلال' سعادت وجاودانگی اور مادی دنیا کے مشاہدات وتجربات سے بلند وبالا حقائق کی طرف مدعو کیا ہے۔ ان میں سے بعض افراد نے اپنی فکری اور ثقافتی کوششوں کے ذریعہ فقط راستہ کی نشاندہی کی ہے اور بعض دیگر افراد نے فکری اور فلسفیانہ اصول مرتب کئے ہیں لیکن ان فرزانہ اور یگانہ روزگار شخصیتوں کے درمیان ایسے لوگ بھی شامل رہے ہیں جو نہ صرف ثقافتی تحریکوں کے بانی تھے بلکہ رائج صورت حال کی تبدیلی اور اس کی جگہ پر پسندیدہ نظام کی تشکیل کی خاطر بذات خود میدان عمل میں داخل ہوئے ہیں اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے باقاعدہ جدوجہد کی ہے اور اس مقصد کی راہ میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی ہے۔ جن عظیم لوگوں نے عمل کے میدان میں

اپنی راہ و روش اور اپنے افکار کی حقانیت کو پوری طرح ثابت کر دیا ہے وہ گہری اور باقی رہنے والی سماجی تبدیلی و ترقی کے خالق و موجد ہوئے ہیں۔ در حقیقت یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی ثقافتوں اور تہذیبوں کے بانی و معمار کہے جاتے ہیں اور لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ان کے اثرات پوری طرح نمایاں ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ بشریت کے درخشاں ترین صفحے انہیں لوگوں کی جدوجہد اور لگاتار کوششوں کا نتیجہ ہیں اور اس قافلہ نور میں انبیاء عظام اور اولیاء الٰہی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ واضح رہے کہ اسلامی انقلاب کی شکل میں رونما ہونے والی امام خمینیؒ کی تحریک کو بھی اسی راستے سے پہچانا جاسکتا ہے۔

امام خمینیؒ نے امت اسلامیہ کی ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری ایسے حالات میں قبول کی تھی کہ کم ہی لوگوں کو یہ یقین ہوتا تھا کہ ایک دن اس مشعل ہدایت کی کرنیں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائیں گی اور مشرق و مغرب کے مجاہدوں کی جدوجہد کا راستہ بالکل نمایاں اور روشن ہو جائے گا۔

امام خمینیؒ نے امت اسلامیہ کی ہدایت ورہنمائی کی ذمہ داری ایسے حالات میں قبول کی تھی کہ کم ہی لوگوں کو یہ یقین ہوتا تھا کہ ایک دن اس مشعل ہدایت کی کرنیں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائیں گی اور مشرق و مغرب کے مجاہدوں کی جدوجہد کا راستہ بالکل نمایاں اور روشن ہو جائے گا۔

جس وقت سے اسلام اور مسلمانوں کی قیادت کی باگ ڈور غیر صالح حکام کے ہاتھوں میں آئی انہوں نے پیغمبر خدا کی امت کے درمیان تفرقہ و اختلاف کا بازار گرم کر دیا اور اسلام سے جانی و گہری عداوت رکھنے والوں نے مملکت اسلامیہ کے وسیع علاقے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹ کر انہیں فاسد اور غیر صالح حکمرانوں کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ موجودہ صدی میں اسلامی انقلاب کی آواز بلند ہونے سے پہلے اسلام دشمن طاقتوں کی سازش کے خلاف اسلامی ممالک کے مختلف حصوں سے ہمیشہ اصلاح پسندانہ تحریکیں رونما ہوتی رہی ہیں لیکن یہ تمام تحریکیں کبھی وسائل و امکانات کے فقدان، کبھی نامناسب حالات اور اکثرا قاطع و فیصلہ کن اور باشعور و طاقتور قیادت کی کمی کی وجہ سے ناکام ہوتی رہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ تحریک شروع ہوتے ہی اس کا گلا گھونٹ دیا گیا اور اگر وہ کچھ آگے بڑھنے میں کامیاب بھی ہوئی تو اس میں خیانت کار عناصر کو شامل کر کے تحریک کو حقیقی راہ اسلام سے منحرف کر دیا جس کی وجہ سے تحریک نے درمیان ہی میں دم توڑ دیا لیکن ان تحریکوں میں سرگرم مخلص مجاہدوں کی جدوجہد بالکل بیکار نہیں گئی بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ ان کی حقیقی اور لگاتار تحریکوں کا نتیجہ ہے کہ اس طویل مدت کے دوران امت اسلامیہ کے درمیان خوفناک حوادث کے رونما ہونے کے باوجود مخلص اور حقیقی مسلمانوں کے درمیان اسلام پسندی کا جذبہ باقی رہ گیا۔

اسلام کے ظہور اور پوری دنیا میں اس کی نشر و اشاعت کی وجہ سے دنیا کی قوموں کے درمیان ایک تحریکی رجحان پیدا ہو گیا اور غیر مسلموں کی تاریخ کے مطالعے کے دوران اسلام کے اثر و رسوخ کا اندازہ لگانا کوئی دشوار کام نہیں یہاں تک کہ انصاف پسند مغربی مصنفین و دانشوروں نے اپنی گرانقدر تصانیف میں سرزمین یورپ میں رونما ہونے والے علمی انقلاب میں اسلام اور اس کے قوانین کے نمایاں اثرات کا باقاعدہ اعتراف کیا ہے اور یہ اثر و رسوخ مسلمانوں کے علوم و فنون اور تجربوں کے نقل و انتقال کے ذریعہ قائم ہوئے ہیں۔

واضح رہے کہ اسلامی ممالک کی جغرافیائی حدود کے درمیان ناصالح اور غیر مخلص حکومتوں کی وجہ سے اسلامی معاشروں پر ایک جمود ساطاری ہو گیا۔ اس طولانی سستی اور جمود کی وجہ سے اسلامی معاشرہ اور دنیا کی ترقی پذیر قوموں کے درمیان بہت فاصلہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ قومیت کی بنیاد پر ملت اسلامیہ کے درمیان Pan Turkism,Pan-Arabism اور Pan-Iranism نامی تحریکیں بھی رونما ہوئیں جن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دشمنوں کی تجاوزانہ حرکتوں کی روک تھام کی جاسکے۔ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد گذشتہ چند دہائیوں کے دوران بالخصوص مسلمانوں

کے درمیان رونما ہونے والے حالات و حوادث نے یہ ثابت کر دیا کہ مادیت، نسل پرستی اور قومیت کی بنیاد پر رونما ہونے والی یہ تمام تحریکیں کار آمد ثابت ہونے والی نہیں ہیں اور اگر ان بنیادوں پر کوئی تحریک چند قدم آگے بڑھ بھی گئی تو اس میں استحکام اور ثابت قدمی پیدا ہونے والی نہیں ہے اور کچھ ہی دنوں میں اس کا اثر ختم ہو جائے گا اور اسلامی معاشروں کو حقیقی عظمت و سربلندی حاصل نہ ہو سکے گی۔

حضرت امام خمینیؒ نے اسلام دشمن عالمی سامراجیت کے خلاف ۱۹۶۳ء میں اعلانیہ طور پر اپنی فکری اور عملی تحریک کی شروعات کی تھی اور اسلامی انقلاب کی کامیابی تک انہوں نے غیر معمولی فکری گہرائی اور دانشمندی کے ساتھ اس کی قیادت فرمائی اور تائید خداوندی کے سہارے انہوں نے اس طویل مدت کے دوران بڑے صبر و تحمل کے ساتھ ہر طرح کے مصائب و آلام برداشت کئے۔ در حقیقت وہ اس طولانی عرصہ کے دوران خود اپنے اس قول کے حقیقی مصداق تھے کہ "ہم عمل کے لئے مقرر کئے گئے ہیں نتیجے کے لئے نہیں۔" اس عظیم روحانی فکر اور توکل خداوندی کے ذریعہ انہوں نے اپنے عظیم اسلامی انقلاب کو شاندار کامیابی کی منزل تک پہونچا دیا اور اس کے بعد اسی روحانی عظمت و بزرگی اور توکل خداوندی کے ذریعہ انہوں نے ایک مضبوط اسلامی نظام حکومت کی بنیاد رکھی لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اپنے سفر آخرت کی وجہ سے انہوں نے دنیائے اسلام کو سوگوار بنا دیا۔ ان کی ہجرت و رحلت کے بعد اسلامی نظام کی قیادت کی ذمہ داری ایک ایسی عظیم شخصیت کے سپرد کی گئی جن کی قائدانہ استعداد و صلاحیت کو خود امام خمینیؒ کی تائید و حمایت حاصل رہی ہے۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای (دام ظلہ العالی) نے امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد سوگوارانہ ماحول اور آٹھ سالہ دفاع مقدس کے بعد ملک کی از سر نو تعمیر و ترقی کے دور میں ملت اسلامیہ کی قیادت و رہبری کی ذمہ داری قبول کی اور خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ وہ نہایت خوش اسلوبی اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ امت اسلامیہ اور اسلامی نظام سے وابستہ حکمرانوں کی ہدایت و رہنمائی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ملک و ملت ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور عوام و حکمراں طبقے کی نظر میں خداوند عالم کی رضا و خوشنودی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بحمد اللہ اسلامی انقلاب ثابت قدم و پائدار ہے اور ان کی قیادت کے سایہ میں فلسفہ ولایت فقیہ کو فروغ حاصل ہوا ہے اور ملک کی ترقی کا کام بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

در حقیقت وہ اس طولانی عرصہ کے دوران خود اپنے اس قول کے حقیقی مصداق تھے کہ "ہم عمل کے لئے مقرر کئے گئے ہیں نتیجے کے لئے نہیں۔" اس عظیم روحانی فکر اور توکل خداوندی کے ذریعہ انہوں نے اپنے عظیم اسلامی انقلاب کو شاندار کامیابی کی منزلت تک پہونچا دیا اور اس کے بعد اسی روحانی عظمت و بزرگی اور توکل خداوندی کے ذریعہ انہوں نے ایک مضبوط اسلامی نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔

در حقیقت یہ بات مکمل اعتماد و یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کا سب سے بڑا دشمن عالمی سامراج کا سرغنہ امریکہ ہے جس نے اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف مختلف النوع سازشوں کا جال پھیلانے میں ایک لمحہ کی غفلت و لاپرواہی نہیں کی ہے اور آنے والے وقت میں بھی وہ اسلامی جمہوریہ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلاتا رہے گا کیونکہ اسلامی جمہوری نظام امریکہ کے فلسفہ وجودی سے میل نہیں کھاتا۔

آپ لوگ خود اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ایک وہ دن تھا جب مغربی دنیا امریکی حکومت کی سربراہی میں عراق کو حد سے زیادہ مسلح بنانے میں ہمہ تن سرگرم تھی اور سرزمین عراق میں زیادہ سے زیادہ مہلک اسلحوں کا انبار جمع کیا جا رہا تھا تاکہ ایک طولانی اور تباہ کن جنگ کے ذریعہ ایران کی اسلامی جمہوری حکومت کو اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کے

لئے مجبور کیا جاسکے اور دھیرے دھیرے مختلف النوع سازشانہ ہتھکنڈوں کے ذریعہ اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کو شرمناک شکست اور ناکامی سے ہمکنار کیا جاسکے لیکن ایرانی عوام نے ولی فقیہ کی بھرپور اطاعت کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ وہ عزم راسخ کے حامل ہیں اور ذرہ برابر بھی امام خمینیؒ کی ہدایت سے روگردانی کرنے والے نہیں ہیں۔ اور امام خمینیؒ کے بعد موجودہ ولی فقیہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی اطاعت و پیروی کے ذریعہ اس وقت بھی یہ ثابت کر رہے ہیں کہ بقول امام خمینیؒ "امریکہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" اور اسلامی جمہوری نظام کی سیاست میں کسی تبدیلی و بدلاؤ کا امکان نہیں ہے۔

ایرانی عوام نے ولی فقیہ کی بھرپور اطاعت کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ وہ عزم راسخ کے حامل ہیں اور ذرہ برابر بھی امام خمینیؒ کی ہدایت سے روگردانی کرنے والے نہیں ہیں۔ اور امام خمینیؒ کے بعد موجودہ ولی فقیہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی اطاعت و پیروی کے ذریعہ اس وقت بھی یہ ثابت کر رہے ہیں کہ بقول امام خمینیؒ "امریکہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" اور اسلامی جمہوری نظام کی سیاست میں کسی تبدیلی و بدلاؤ کا امکان نہیں ہے۔

در حقیقت خلیج فارس کے علاقے میں جنگ کی آگ بھڑکا کر امریکہ اس علاقے میں اپنی ناجائز اور غیر قانونی موجودگی کے لئے جواز حاصل کرنا چاہتا ہے ورنہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عراق یا صدام کی ماہیت میں ایسی کونسی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ ایک دفعہ تو سرزمین عراق میں طرح طرح کے میکروبی اور کیمیاوی اسلحوں کا انبار جمع کر دیا جائے اور پھر ان خوفناک اسلحوں کے بیوپاری ہی عراق اور صدام کے پاس موجود ان اسلحوں کے خطرناک و مردم کش ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹنے لگیں؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے اور عالمی سطح پر یہ ہنگامہ آرائی کیوں ہے؟ اس ہنگامہ کا ایک ہی مقصد ہے کہ خلیج فارس میں امریکی افواج کی موجودگی کو جائز قرار دینے کا بہانہ ہاتھ آجائے اور دوسری طرف دنیا والوں کو یہ باور کرایا جائے کہ دنیا کے دیگر ممالک میں امن و سلامتی قائم رکھنا فقط اس اکلوتی بڑی طاقت امریکہ کے بس کی بات ہے۔

لیکن اب اس حقیقت کو کیسے نظر انداز کیا جائے کہ عالمی پولیس کا کردار امریکہ کے سامراجی اور استحصالی روپ سے ہرگز میل نہیں کھاتا۔ اگر کوئی محافظ و پاسدار خود چور ہو تو پھر حفاظت و پاسداری کا مفہوم ہی باقی نہ رہے گا۔

امت اسلامیہ ایران کو امریکہ کے استحصالی روپ کی شناخت میں ذرہ برابر شک و تردید نہیں جیسا کہ انقلاب اسلامی کے قائد عظیم الشان نے اپنے حالیہ خطبۂ نماز میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

"امریکہ سے ایران کا قطع تعلق در حقیقت ایک طرف امریکہ کے سلوک اور اس کے استحصالی روپ کا نتیجہ ہے اور دوسری طرف ملت ایران کی مظلومیت ہے۔"

اور امریکہ کو یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ اس کی اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف ہر شیطانی حرکت کا باقاعدہ جواب دیا جائے گا جیسا کہ اپنی تقریر کے دوسرے حصے میں انقلاب اسلامی ایران کے رہبر عظیم الشان نے ارشاد فرمایا ہے۔

"امریکہ کے مقابلے میں ایران نام کی ایک ایسی جگہ موجود ہے جو اس کی بڑی طاقت والے رعب و دبدبہ کو چکنا چور کر دے گی۔

امسال تہران میں اسلامی کانفرنس کے آٹھویں اجلاس میں شریک تمام ممبر ممالک کے نمائندوں نے اس حقیقت کا اعلانیہ اعتراف کیا ہے کہ یہ اجلاس اسلامی ممالک کے درمیان لازمی قربت و نزدیکی پیدا کرنے میں بہت معاون و مددگار ثابت ہوا ہے اور اجلاس کے آخر میں جاری ایک مشترکہ بیان میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ اس اجلاس کے دوران ہمہ جہتی بات چیت اور گفتگو کی بنیاد پر اسلامی ممالک کے درمیان قربت کی فضا ہموار ہوئی ہے۔

انشاء اللہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران مستقبل قریب میں اسلامی کانفرنس کی سرگرمیوں نیز اس کے آٹھویں اجلاس کی کارکردگیوں پر مشتمل مزید اطلاعات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔

والسلام

قرآنی علوم کا مقابلہ

ماہ رمضان در حقیقت قرآن اور لامحدود الٰہی فیوض و برکات کے نزول کا مہینہ ہے چنانچہ رسول اکرمؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس ماہ مبارک میں کلام پاک کی تلاوت اور قرآنی علوم و معارف میں مہارت حاصل کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اس مناسبت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ماہنامہ راہ اسلام نے قرآنی علوم کے سلسلے میں ایک مقابلے کا اہتمام کیا ہے جس میں جملہ خواہران و برادران سے شرکت کی پرخلوص استدعا ہے۔

مقابلے میں پوچھے گئے سوالوں کا جواب لکھنے سے قبل درج ذیل باتوں کی طرف توجہ دینا لازمی ہے۔

۱۔ ہر سوال کا صرف ایک ہی صحیح جواب ہے لہذا جو جواب آپ کی نظر میں صحیح ہو اس کو ضرب یعنی (×) کی علامت سے واضح کیجئے۔

۲۔ جوابات لکھنے کے بعد صرف جواب نامہ راہ اسلام کے پتہ پر ارسال کریں۔

۳۔ جواب نامہ پر اپنا نام اور پتہ صاف صاف تحریر کریں۔

۴۔ جواب ارسال کرنے کی آخری تاریخ یکم مئی ۱۹۹۸ء ہے۔

۵۔ مقابلے میں نمایاں مقام حاصل کرنے والوں کو مناسب و قابل قدر انعام دیا جائے گا۔

سوالنامہ برائے مقابلہ قرآنی

۱۔ قرآن مجید میں کل کتنی آیات ہیں؟

ا: ۶۱۵۸

ب: ۶۲۳۶

ج: ۶۳۰۰

د: ۶۲۰۰

۲۔ قرآن مجید میں کتنے پارے (جز) اور کتنے ربع (حزب) ہوتے ہیں؟

ا: ۳۰ جز اور ۱۲۰ حزب

ب: ۲۵ جز اور ۱۱۴ حزب

ج: ۳۰ جز اور ۱۰۰ حزب

د: ۲۵ جز اور ۱۲۰ حزب

۳۔ معوذتین سے قرآن مجید کی کون سی سورتیں مقصود ہیں؟

ا: انشراح و الضحیٰ

ب: کوثر و ماعون

ج: نصر و قریش

د: ناس و فلق

۴۔ انزال و تنزیل قرآن مجید کے درمیان کیا فرق ہے؟

ا: قرآن مجید کے مجموعی نزول کو انزال اور تدریجی نزول کو تنزیل کہتے ہیں۔

ب: دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

ج: انزال کا مطلب قرآن کا تدریجی نزول اور تنزیل کا مطلب قرآن کا مجموعی نزول ہے۔

د: دونوں کا مطلب قرآن مجید کا نزول ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں آیات الاحکام کی تعداد کیا ہے؟

ا: ۶۰۰ آیات

ب: ۷۰۰ آیات

ج: ۵۰۰ آیات

د: ۴۰۰ آیات

۶۔ قرآن کا تدریجی نزول کتنے سال میں مکمل ہوا؟

ا: ۱۳ سال

ب: ۱۰ سال

ج: ۱۷ سال

د: ۲۳ سال

۷۔ پیغمبر اکرمؐ پر سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات کونسی ہیں؟

ا: سورہ مدثر کی ابتدائی آیات

ب: سورہ علق کی ابتدائی آیات

ج: سورہ مزمل کی ابتدائی آیات

د: بقرہ کی ابتدائی آیات

۸۔ قرآن مجید میں منقول قصوں میں سے کس قصہ کو احسن القصص کہا گیا ہے؟

ا: داستان زندگی حضرت موسیٰ علیہ السلام

ب: قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

ج: قصہ حضرت نوح علیہ السلام

د: داستان حضرت یوسف علیہ اسلام

۹۔ قرآن مجید میں کس نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا گیا ہے؟

ا: نماز صبح

ب: نماز ظہر

ج: نماز عصر

د: نماز مغربین

۱۰۔ قرآن مجید نے کس بادشاہ کو "ذی الاوتاد" کے لقب سے یاد کیا ہے؟

ا: نمرود

ب: جالوت

ج: قارون

د: فرعون

۱۱۔ ذوالنون کس پیغمبر کا لقب رہا ہے؟

ا: حضرت یونس

ب: حضرت موسیٰ

ج: حضرت نوح

د: حضرت ابراہیم

۱۲۔ قرآن مجید نے کس کامیابی کو فتح مبین کہا ہے؟

الف: فتح مکہ

ب: صلح حدیبیہ

ج: فتح جنگ بدر

د: جنگ خندق کی کامیابی

۱۳۔ آیہ مباہلہ کس سورہ کی کونسی آیت ہے؟

ا: سورۂ آل عمران آیت۔ ۶۱

ب: سورۂ قصص آیت۔ ۲۵

ج: سورۂ بقرہ آیت۔ ۱۹۷

د: سورۂ حشر کی آخری آیت

۱۴۔ تفسیر نقلی درج ذیل مفاہیم میں کس مفہوم سے زیادہ نزدیک ہے؟

ا: قصص انبیاء کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر۔

ب: عربی زبان کے علاوہ صرف و نحو کے عقائد کی بنیاد پر قرآنی تفسیر

ج: فقط احادیث کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر۔

د: دیگر قرآنی آیات واحادیث کی بنیاد پر قرآنی تفسیر۔

۱۵۔ تفسیر التبیان فی القرآن کا مؤلف کون ہے؟

ا: خواجہ نظام الملک

ب: خواجہ نصیر الدین طوسی

ج: علامہ طباطبائی

د: شیخ طوسی

۱۶۔ "سبع طوال" کے نام سے موسوم قرآنی سورتوں کے نام بتائیے؟

ا: بقرہ' آل عمران' نساء' انعام' مائدہ' اعراف اور کہف۔

ب: آل عمران' بقرہ' انعام' نساء' اعراف' مائدہ اور اخلاص۔

ج: بقرہ' نساء' آل عمران' لقمان' کہف' کوثر اور یونس۔

د: بقرہ' آل عمران' ذاریات' اعراف' مائدہ' نساء اور اخلاص۔

۱۷۔ قرآنی سورتوں کو کس بنیاد پر مکی اور مدنی کہا جاسکتا ہے؟

الف: جن سورتوں میں مکہ کا نام آیا ہے انہیں مکی اور جن میں مدینہ کا نام آیا ہے وہ مدنی کہلاتی ہیں؟

ب: جو سورتیں ہجرت نبوی سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

ج: جن سورتوں میں اہل مکہ کو خطاب کیا گیا ہے انہیں مکی اور جن سورتوں میں اہل مدینہ کو مخاطب کیا گیا ہے انہیں مدنی کہا جاتا ہے۔

د: فتح مکہ کے موقع پر نازل ہونے والی آیات کو مکی اور فتح مدینہ کے موقع پر نازل ہونے والی آیات کو مدنی کہا جاتا ہے۔

۱۸۔ قرا سبعہ میں کون لوگ شامل ہیں؟

ا: علی' ابن عباس' نافع بن عبدالرحمن اور ابو عمرو بن العلاء

ب: غزالی' علامہ حلی' ابن مسعود اور ابوذر غفاری

ج: نافع بن عبد الرحمن' عبداللہ بن کثیر' عاصم بن ابی النجود' حمزہ بن حبیب اور عبداللہ بن عامر۔

د: نافع بن کثیر' حذیفہ' کسائی' حمزہ بن حبیب' ابو عمر بن علاء اور سلمان فارسی۔

۱۹۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل نوع آیات میں سے کن کو "مفصل" کہا گیا ہے؟

ا: وہ آیات جو الگ الگ ہوں۔

ب: وہ آیات جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے بذات خود کامل ہوں۔

ج: وہ آیات جن کا علم صرف راسخ لوگوں کو ہے۔

د: وہ آیات جن کا مفہوم پوری طرح واضح ہو۔

۲۰۔ قرآن مجید کے سب سے چھوٹے سورہ کا نام کیا ہے؟

ا: کوثر

ب: حمد

ج: ناس

د: توحید

۲۱۔ آیہ کریمہ "احسن کما احسن اللہ الیک" میں کیا انجام دینے کی تاکید کی گئی ہے؟

ا: نیکی

ب: نماز

ج: روزہ

د: سنجیدہ گفتگو

۲۲۔ آیہ کریمہ "کل نفس بما کسبت رھینہ" کا مطلب کیا ہے؟

ا: ہر شخص اپنے سرمایہ کے ہاتھوں گروی ہے۔

ب: ہر شخص اپنے افکار کا گروی ہے۔

ج: ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔

د: ہر شخص اپنی خطاؤں کے ہاتھ گروی ہے۔

۲۳۔ آیہ الکرسی درج ذیل سورتوں میں سے کس سورۃ کا حصہ ہے؟

ا: یوسف

ب: [illegible]

ج: آل عمران

د: بقرہ

۲۴۔ آیہ تطہیر کس سورہ میں پائی جاتی ہے؟

ا: طلاق۔

ب: بقرہ۔

ج: احزاب۔

د: مائدہ۔

۲۵۔ قرآن مجید کی کتنی سورتوں کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوئی ہے؟

ا: ۲۰سورہ

ب: ۲۹سورہ

ج: ۳۵سورہ

د: ۳۰سورہ

۲۶۔ قرآن مجید کی کن سورتوں کو "سورہ ہای عزائم" کہتے ہیں؟

ا: وہ سورتیں جو سجدہ واجب کی حامل ہیں۔

ب: وہ سورتیں جو جہاد سے مربوط ہیں۔

ج: وہ سورتیں جو مستحب سجدہ کی حامل ہیں۔

د: وہ سورتیں جو آیات الاحکام سے مربوط ہیں۔

۲۷۔ قرآن مجید کے کس سورہ کو "سبع المثانی" کہا جاتا ہے؟

الف: قل

ب: توبہ

ج: یوسف

د: حمد

۲۸۔ قرآن مجید کا درمیانی کلمہ کیا ہے اور کس سورہ میں واقع ہے؟

الف: النساء سورۂ مریم میں۔

ب: ولیتلطف سورہ کہف میں۔

ج: عاکفین سورہ طٰہ میں۔

د: کوئی نہیں۔

۲۹۔ قرآن مجید میں الفاظ کی مجموعی تعداد کیا ہے؟

ا: ۷۵۴۳۰

ب: ۷۶۴۹۰

ج: ۷۷۹۰۰

د: ۷۷۴۳۷

۳۰۔ درج ذیل علامتوں میں سے "وقف معانقہ" کی علامت کیا ہے؟

ا: م

ب: ع

ج: .·. .·.

د: قف

۳۱۔ مندرجہ ذیل میں سے کونسی آیہ کریمہ بیعت رضوان کی دلیل ہے؟

ا: سورۂ فتح آیت ۱۸۔

ب: سورۂ آل عمران آیت ۵۹۔

ج: سورۂ احزاب آیت ۳۳

د: سورۂ مائدہ آیت ۶۷

۳۲۔ صادق الوعد کس پیغمبر کا لقب رہا ہے؟

ا: حضرت ابراہیمؑ

ب: حضرت اسماعیلؑ

ج: حضرت یعقوبؑ

د: حضرت یوسفؑ

۳۳۔ قرآن مجید کی کس آیہ کریمہ میں تمام حروف تہجی موجود ہیں؟

ا: سورۂ بقرہ کی آیت دین۔

ب: سورۂ آل عمران آیت ۱۵۴۔

ج: سورۂ فتح کی آخری آیت۔

د: ب اور ج درست ہے۔

۳۴۔ قرآن مجید کو مصحف کیوں کہا جاتا ہے؟

ا: چونکہ قرآن ایک جلد میں ہے۔

ب: چونکہ قرآن ایک پڑھنے لائق کتاب ہے۔

ج: چونکہ قرآن میں تحریف ممکن نہیں۔

د: جواب الف اور ب صحیح ہے۔

۳۵۔ قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت کونسی ہے؟

ا: سورۂ فتح کی آخری آیت۔

ب: آیت الکرسی۔

ج: سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۲۔

د: سورۂ نور آیت ۶۱

۳۶۔ سورہ ہای مفصل کن سورتوں کو کہا جاتا ہے؟

ا: جو بہت لمبی اور طولانی ہیں۔

ب: جو سورتیں سبع طوال سے چھوٹی ہیں۔

ج: جو سو سے کم آیات پر مشتمل ہیں۔

د: سورہ حجرات سے سورۂ ناس کے آخر تک

بقیہ: تعلیمات نہج البلاغہ

برعکس اگر لوگ حکومت پر غالب ہو جائیں یا امام عوام پر ظلم و ستم کرے تو ایسے حالات میں مملکت اختلاف و پراگندگی سے دوچار ہو جاتی ہے، ظلم و ناانصافی کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں، دین میں فساد اور تباہی کے اسباب بڑھ جاتے ہیں، الٰہی روایات کی راہ متروک ہو جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی رائج ہو جاتی ہے، احکام خدائی معطل پڑ جاتے ہیں، روحانی بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور نوبت یہ آجاتی ہے کہ اگر معاشرہ میں کسی بڑے حق کو معطل کر دیا جائے تو بھی معاشرہ کے کان پر جوں نہیں رینگتی ہے اور بڑا سے بڑا باطل کا انجام پذیر ہونے کے بعد بھی سماج کے لوگوں میں وحشت نہیں پیدا ہوتی اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جس میں نیک اعمال انجام دینے والے ذلیل و رسوا اور بدکار افراد صاحب عزت و شرف بن جاتے ہیں۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۷)

پس مولائے متقیان حضرت علیؑ کے اس خطبہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ بھی انفرادی اور اجتماعی عزت و ذلت کا وسیلہ ہے اگر عوام اور حکومت کے درمیان صالح روابط قائم ہیں تو صرف عوام ہی نہیں بلکہ حکومت کو بھی غیر معمولی عزت و عظمت حاصل ہوا کرتی ہے ان میں آزادی اور عوامی فلاح وبہبود کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن اس کے برعکس غیر صالح اور ظالمانہ روابط انہیں ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈھکیل سکتے ہیں اور ان کی بدبختی و بے سروسامانی یقینی ہو جاتی ہے۔

کی تمام سورتوں کو مفصل کہا جاتا ہے۔

۳۷۔ قرأت حفص کے مطابق قرآن مجید میں ایک جگہ اسکا کسرہ ہونا چاہئے۔ وہ کونسی جگہ ہے؟

ا۔ سورۂ ہود آیت ۴۱ کلمہ مجریہا۔

ب۔ سورۂ اعلیٰ آیت ۲ کلمہ مسوی

ج۔ سورۂ شمس آیت ۱ کلمہ ضحیہا

د۔ سورۂ لیل آیت ۱ کلمہ یغشی

۳۸۔ عباد الرحمن سے مربوط آیات قرآن مجید کے کس سورہ میں ہیں؟

ا۔ سورۂ بقرہ۔

ب۔ سورۂ فرقان۔

ج۔ سورۂ مومنون۔

د۔ سورۂ نور۔

۳۹۔ سورۂ الرحمن میں آیۂ مبارکہ فبای آلاء ربکما تکذبان کتنی مرتبہ دہرائی گئی ہے؟

ا۔ ۲۸ مرتبہ۔

ب۔ ۳۳ مرتبہ۔

ج۔ ۳۰ مرتبہ۔

د۔ ۳۵ مرتبہ۔

۴۰۔ "تفسیر مجمع البیان" کا مولف کون ہے؟

ا۔ علامہ طبرسی۔

ب۔ علامہ طباطبائی۔

ج۔ فخر رازی۔

د۔ میبدی۔

جواب نامہ

نام اور مکمل پتہ ....

۱۔ صحیح جواب کے خانہ میں × نشان لگائے۔ ۲۔ جواب نامہ ہمارے پتہ پر ارسال کر دیجئے۔

۳۔ اس کی فوٹو کاپی بھی ارسال کی جا سکتی ہے۔

	الف	ب	ج	د
۱	☐	☐	☐	☐
۲	☐	☐	☐	☐
۳	☐	☐	☐	☐
۴	☐	☐	☐	☐
۵	☐	☐	☐	☐
۶	☐	☐	☐	☐
۷	☐	☐	☐	☐
۸	☐	☐	☐	☐
۹	☐	☐	☐	☐
۱۰	☐	☐	☐	☐
۱۱	☐	☐	☐	☐
۱۲	☐	☐	☐	☐
۱۳	☐	☐	☐	☐
۱۴	☐	☐	☐	☐

	الف	ب	ج	د
۱۵	☐	☐	☐	☐
۱۶	☐	☐	☐	☐
۱۷	☐	☐	☐	☐
۱۸	☐	☐	☐	☐
۱۹	☐	☐	☐	☐
۲۰	☐	☐	☐	☐
۲۱	☐	☐	☐	☐
۲۲	☐	☐	☐	☐
۲۳	☐	☐	☐	☐
۲۴	☐	☐	☐	☐
۲۵	☐	☐	☐	☐
۲۶	☐	☐	☐	☐
۲۷	☐	☐	☐	☐
۲۸	☐	☐	☐	☐

	الف	ب	ج	د
۲۹	☐	☐	☐	☐
۳۰	☐	☐	☐	☐
۳۱	☐	☐	☐	☐
۳۲	☐	☐	☐	☐
۳۳	☐	☐	☐	☐
۳۴	☐	☐	☐	☐
۳۵	☐	☐	☐	☐
۳۶	☐	☐	☐	☐
۳۷	☐	☐	☐	☐
۳۸	☐	☐	☐	☐
۳۹	☐	☐	☐	☐
۴۰	☐	☐	☐	☐

دوسری قسط

تعلیمات نہج البلاغہ کی روشنی میں عزت و ذلت

از محمد تقی فلسفی

(گزشتہ سے پیوستہ)

متعدد اسباب وعوامل ماحول وحالات کو بدل سکتے ہیں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر اثر انداز ہوسکتے ہیں اور صاحب عزت افراد کو ذلیل ورسوا کرسکتے ہیں اور ذلیلوں کو عزت وعظمت عطا کرسکتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات مکتوبات اور مختصر کلمات میں ان اسباب وعوامل کی نشاندہی کی ہے جو نہج البلاغہ میں موجود ہیں اور سردست ان عوامل کی طرف اشارہ کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے۔

انقلاب: اسباب وعوامل کے درمیان انقلاب ایک ایسا سبب ہے جو معاشرہ میں بنیادی اثر رکھتا ہے اور نہایت عظیم تبدیلیوں کا حامل ہوتا ہے۔ انقلاب معاشرہ کے حالات کو پوری طرح دگرگوں کردیتا ہے' سماج میں رائج معیاروں اور اصولوں کو بدل دیتا ہے اور ان کی جگہ نئی قدروں کی ترویج عمل میں آجاتی ہے۔ انقلاب کی وجہ سے ایک گروہ سے وابستہ افراد زوال سے ہمکنار ہوجاتے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگوں کو عروج وسرپرستی مل جاتی ہے۔ بیشمار صاحب عزت افراد ذلیل ورسوا ہوجاتے ہیں اور اکثر ذلیلوں کو عزت وعظمت نصیب ہوجاتی ہے۔ ظالم وگردن کش افراد سرنگوں ہوجاتے ہیں۔ کمزور وپسماندہ وسرکوب شدہ لوگ رفعت وسربلندی حاصل کرلیتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام انقلاب اور اس کے سماجی اثرات ونتائج کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "تمنوا الفتنه ففیها هلاك الجبابرة وطهارة الارض من الفسقة"

(مجموعه ورام ۲' ص ۸۷)

یعنی انقلاب کی تمنا کرو اور انقلاب کے بارے میں غور وفکر کرتے رہو اور آرزوئے انقلاب کو پروان چڑھاتے رہو کیونکہ یہ طوفان انقلاب ہی ہے جس میں طاقت واقتدار کے متوالے ظالم وجابر اور خود سر ومغرور افراد ہلاک ہوجاتے ہیں اور زمین گنہ گاروں اور متجاوزوں کے وجود کے بوجھ سے آزاد ہوجاتی ہے۔

اس حدیث میں لفظ "فتنہ" کو سماجی انقلاب کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ لغوی اعتبار سے لفظ فتنہ کے کئی معنی ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک انقلاب بھی ہے۔

اقرب الموارد میں لفظ فتنہ کے معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے آخری مرحلہ میں کہا گیا ہے: "اختلاف الناس فی الآراء ومایقع بینهم من القتال" یعنی فتنہ لوگوں کے افکار ونظریات کے درمیان پیدا ہونے والا وہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے لڑائی جھگڑا اور قتل وخونریزی ہوتی ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل نبی اکرمؐ کے دور میں اسلام نامی جس مکتبی اور دینی انقلاب کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ دنیا کے ان عظیم انقلابوں میں سے ایک ہے جس کو صدیاں گزرنے کے بعد بھی فراموش نہیں کیا جاسکا اور آج بھی دنیا کے ہر گوشہ وکنار میں پھیلے ہوئے کروڑوں لوگ اس انقلاب کو مقدس شمار کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات کو پوری دنیائے بشریت کے

لئے سرمایۂ نجات وسعادت سمجھتے ہیں۔

درحقیقت اسلامی انقلاب نے سماج کے مادی اور معنوی امور میں گہری تبدیلی و دگرگونی پیدا کردی۔ اس نے عوام کے افکار وعقائد میں تبدیلی پیدا کی' ان کے اعمال واخلاق کی اصلاح کا کام انجام دیا اور سماج کو عزت بخش قوانین و روایات سے مالامال کردیا۔ اکثر عزتوں کو ذلت اور ذلتوں کو عزت میں تبدیل کرتے ہوئے نو تشکیل شدہ معیاروں سے انسان کا مجرد رابطہ قائم کردیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں رسولؐ گرامی کے انقلاب اور پاکیزہ نفس افراد کے درمیان اس انقلاب عظیم کی مقبولیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی خطبہ میں اس انقلاب عظیم کے نتائج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"دفن الله به الضغائن واطفا به النوائر الف به اخوانا وفرق به اقرانا اعزبه الذله واذل به العزه۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۹۶) یعنی خداوند عالم نے اسلامی انقلاب کے سایہ میں اور پیغمبر اسلامؐ کے ذریعہ دور جاہلیت کے لوگوں کے بغض وکینہ کو ان کے دلوں کے اندر دفن کردیا اور ان میں ذرہ برابر کوئی اثر باقی نہ رہ گیا۔ عداوت ودشمنی کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو جو کہ مختلف النوع نقصانات اور کبھی کبھی قتل وخونریزی کا باعث تھے' پوری طرح ٹھنڈا کردیا۔ دینی رشتوں کے ذریعہ منتشر افراد کو ایک دوسرے کے نزدیک کرتے ہوئے' ایک طرف ان میں الفت واخوت وبرادری قائم کردی اور دوسری طرف لوگوں کے درمیان موجود جاہلانہ روابط کا خاتمہ کردیا اور جو لوگ دور جاہلیت میں ایک دوسرے سے بہت قریب تھے انہیں جدا کردیا۔ خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ ذلت ورسوائی کو عزت وعظمت میں تبدیل کردیا اور انہیں کے ذریعہ عزت کو ذلت میں بدل دیا۔

دور جاہلیت میں بتوں کا بڑا احترام کیا جاتا تھا اور بت پرستی کرنے والوں کو بھی بڑی عزت حاصل تھی' دور جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جانا شرف وافتخار کا باعث تھا اور ان کو زندہ رکھنا بہت معیوب خیال کیا جاتا تھا لیکن اسلامی دور میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا نہایت ظالمانہ عمل بن گیا اور ان کو زندہ رکھنا ایک انسانی اور اسلامی فریضہ بن گیا۔ اسی طرح دور جاہلیت میں لوگوں کے خلاف ظالمانہ روش کو طاقت وعظمت کی علامت تصور کیا جاتا تھا اور سماج میں ظالم طاقتوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا لیکن اسلامی دور میں انصاف اور قانون کی پیروی عزت وعظمت کا معیار بن گئی اور ظالموں کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور ظالم ومتکبر افراد ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گر گئے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے بعد دور جاہلیت کے ظالم افراد' عظمت وبزرگی کی بلندی سے زوال وپستی کے گڑھے میں لڑھک گئے اور دور جاہلیت کے کمزور وپسماندہ وکچلے ہوئے طبقے کے لوگ ہی ظالمین کی حکومت کے وارث بن گئے۔

صدر اسلام میں بنی امیہ نے ہاشم کے مقابلے میں صف آرائی کی تاکہ پیغمبر اکرمؐ کی ترقی اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی جاسکے۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے ہر ممکن مکروفریب سے کام لیا' طرح طرح کی شرمناک سازشوں کا جال پھیلایا لیکن ان کے تمام اسلام دشمن منصوبے نقش بر آب ہو کر رہ گئے اور آخر کار دین خدا کو کامیابی وسربلندی حاصل ہوئی اور اسلام ومسلمانوں کے رہنما وپیشواء نے دشمنوں پر غلبہ وتسلط حاصل کرلیا۔ اور بنی امیہ اپنے جملہ شرمناک غرور وتکبر کے باوجود مغلوب ہوئے۔ اسلامی انقلاب اور الہی قوانین نے ان لوگوں کی کاذب وظالمانہ طاقت کو پوری طرح تباہ کردیا اور وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے سامنے غیر معمولی ذلت

یعنی انقلاب کی تمنا کرو اور انقلاب کے بارے میں غور وفکر کرتے رہو اور آرزو کو انقلاب کو پروان چڑھاتے رہو کیونکہ یہ طوفان انقلاب ہی ہے جس میں طاقت واقتدار کے متوالے ظالم وجابر اور خودسر ومغرور افراد ہلاک ہو جاتے ہیں اور زمین گنہ گاروں اور متجاوزوں کے وجود کے بوجھ سے آزاد ہو جاتی ہے۔

رسوائی کے ساتھ سر جھکانے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے نام اپنے مکتوب میں جو نہج البلاغہ میں موجود ہے اپنے چھوٹے مگر معنی خیز جملوں میں بنی امیہ کی شرمناک گذشتہ زندگی کی عکاسی کی ہے اور اس کے بعد اسلام کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے ان باتوں کی وضاحت بھی کر دی ہے جو ظالموں کی ذلت و رسوائی اور مظلوموں کی عزت و عظمت کا باعث ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

واما قولك انا بنو عبد مناف فكذالك نحن ولكن ليس امية كهاشم ولا حرب كعبد المطلب ولا ابو سفيان كابي طالب ولا المهاجر كالطليق ولا الصريح كاللصيق ولا المحق كالمبطل ولا المومن كالمدغل ولبئس الخلف خلف يتبع سلفا هوى في نار جهنم وفي ايدينا بعد فضل النبوة التي اذللنا بها العزيز ونعشنا بها الذليل" (نہج البلاغہ مکتوب ۱۷)

یعنی اور تم نے جو یہ کہا ہے کہ "ہم عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہم لوگ بھی تو انہیں کی اولاد ہیں لیکن ہمارے اور تمہارے درمیان بڑا فرق موجود ہے۔ نہ امیہ 'ہاشم' جیسے ہے اور نہ حرب 'عبدالمطلب' کی طرح، نہ ابوسفیان مثل ابوطالب ہے اور نہ مہاجر مانند آزاد شدہ، نہ نسب صریح مانند نسب الحاق ہے اور نہ حق پر رہنے والا جھوٹ بولنے والے کی طرح ہے اور نہ مومن مثل منافق ہے۔ کتنا برا فرزند ہے وہ جو کہ اپنے مردود اور جہنمی باپ کی پیروی کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان مختصر جملوں میں تاریخ کے ان اہم گوشوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے بنی ہاشم کا افتخار ظاہر ہوتا ہے اور بنی امیہ کی ذلت و رسوائی کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام اپنے مکتوب میں یہ وضاحت پیش کرتے ہیں کہ گزشتہ فرق و تفاوت سے قطع نظر نبوت ہماری فضیلت و برتری کی دلیل ہے جس کے اعلیٰ احکام و قوانین کے ذریعہ ہم نے مغرور و ظالم عزت داروں کو ذلت و رسوائی اور مظلوم و پسماندہ ذلیلوں کو عزت و عظمت سے مالا مال کر دیا۔

جس دن لوگوں نے خلافت کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام سے بیعت کی اور حکومت کی باگ ڈور ان کے سپرد کر دی تو انہوں نے حکومت کے امور کو چلانے کے لئے انقلابی راہ و روش اختیار کی اور اکثر معاملات میں گہری اور بنیادی تبدیلی قائم کر دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول مقبول کی وفات کے بعد دو دہائی سے زیادہ مدت کے دوران مملکت میں کافی انحراف پیدا ہو چکے ہیں۔ مملکت کے بعض حساس کام غیر صالح افراد کے سپرد کر دئے گئے ہیں اور کچھ اسلامی مسائل کو پوری طرح فراموش کیا جا چکا ہے اور بیت المال کا کچھ حصہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو رہا ہے۔ پس ان تمام امور کی اصلاح اسلامی معیاروں کے مطابق کی جانی چاہئے۔

حضرت علی علیہ السلام اس حقیقت کی طرف بخوبی متوجہ تھے کہ انقلابی راہ و روش کی ایجاد کی وجہ سے عظیم تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، سماج میں غیر معمولی اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اکثر صاحب عزت افراد ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں اور اکثر ذلیل و رسوا افراد کو عزت و عظمت حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو سرکاری ملازمت سے علٰحدہ ہونا پڑتا ہے اور بعض بیکار و بے روزگار لوگوں کو اونچے اور اہم عہدے سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ لوگوں کی بیعت کے بعد جب حضرت علی علیہ السلام مدینہ میں پہلا خطبہ ارشاد فرماتے ہیں تو بڑی وضاحت کے ساتھ وہ لوگوں کو مستقبل قریب میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے باخبر کرتے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "......الاوان بليتكم قد عادت كهيئتها يوم بعث الله نبيكم (صلى الله عليه واله) والذى بعثه بالحق لتبلبلن بلبلة' ولتغربلن غربلة ولتساطن سوط القدر'حتى يعود اسفلكم اعلاكم واعلاكم اسفلكم" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶) یعنی تمہیں جاننا چاہئے کہ تمہارے لئے وہی ابتلا کا دور پھر پلٹ آیا ہے جو رسولؐ کی بعثت کے وقت تھا۔ اس ذات کی قسم جس نے رسولؐ کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا تم بری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح خلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے ہنڈیا) یہاں تک کہ تمہارے ادنیٰ اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے۔ جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶)

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی انقلابی راہ و روش کی شروعات بہت جلد کر دی اور بڑی تیز رفتاری سے بنیادی اصلاحات کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ اس انقلابی روش کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ جو لوگ ان کی اس روش کو اپنے لئے خطرناک محسوس کر رہے تھے انہوں نے حضرت علیؑ کی مخالفت کا فیصلہ کر لیا۔ ان لوگوں نے سازشانہ ہتھکنڈوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خانہ جنگی چھیڑ دی اور حضرت علیؑ کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرنے لگے۔ دوسری طرف حضرت علیؑ کے دوستوں پر خاموشی چھائی رہی اور وہ معاشرہ میں رونما ہونے والے حوادث کی طرف سے لاپرواہ رہے۔ ان لوگوں کی لاپرواہی اتنی بڑھ گئی کہ وہ اپنے قائد و رہبر کے حکم کی طرف توجہ

> جو لوگ حق وعدالت کی راہ میں جہاد سے منہ موڑ لیتے ہیں اور جہاد مقدس کے فریضہ کو انجام دینے سے کتراتے ہیں وہ در حقیقت عزت وعظمت حاصل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے بلکہ اُنہیں ذلت ورسوائی کی زندگی ہی بسر کرنی چاہیے۔

نہیں کرتے تھے چنانچہ عملی اعتبار سے حضرت علیؑ پر تنہائی چھاگئی اور وہ حکومت کے بے شمار معاملات میں مختلف النوع پریشانیوں سے دوچار ہوگئے۔ اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ وہ اپنے اصلاحی منصوبے کی تکمیل کی راہ میں شہادت سے ہم آغوش ہوگئے۔ وہ لوگ اپنے ... سے محروم ہوگئے۔

مختلف لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انقلاب جہاد میں تبدیلی ... کوئی بنیادی سبب اور عزت وذلت کی تبدیلی کا موثرترین وسیلہ ہے جیسا کہ ہم لوگوں نے اپنے عہد میں بہت قریب سے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ عظیم الشان انقلاب اسلامی ایران نے قسمت کے حالات کو پوری طرح تبدیل کردیا۔ طاغوتی دور حکومت کے عزت داروں کو ذلیل ورسوا کردیا اور نخوت وغرور میں ڈوبے ہوئے استکباری عناصر کی ناک زمین پر رگڑدی اور اسلامی انقلاب کے سایہ میں عزت واقتدار کی باگ ڈور کمزور وپسماندہ لوگوں کے ہاتھ میں آگئی۔ شاہی حکومت کے مجرمین کو گرفتار کرلیا گیا اور انقلابی عدالت گاہوں میں ان کے ہر ایک ظلم کا حساب لیا گیا اور آخر کار انہیں پھانسی کی سزا بھی دی گئی۔

جہاد: دوسرا سبب جس کا ترک کرنا انسان کی ذاتی اور سماجی عزت وذلت میں بنیادی اثر کا حامل ہے وہ جہاد ہے۔ جو لوگ حق کی سربلندی اور عدل وانصاف قائم کرنے کی راہ میں خود سے گزر جاتے ہیں اور ہر ممکن قربانی پیش کرتے ہوئے اپنی جان نچھاور کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں وہی عزت وعظمت کے مستحق ہوتے ہیں اور مستحکم قیادت بھی انہیں کے بس کی بات ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ حق وعدالت کی راہ میں جہاد سے منہ موڑ لیتے ہیں اور جہاد مقدس کے فریضہ کو انجام دینے سے کتراتے ہیں وہ در حقیقت عزت وعظمت حاصل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے بلکہ اُنہیں ذلت ورسوائی کی زندگی ہی بسر کرنی چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

"اما بعد فان الجهاد باب من ابواب الجنه فتحه الله لخاصه اولیائه وهو لباس التقوى ودرع الله الحصينة وجنته الوثيقة فمن تركه رغبة عنه البسه الله ثوب الذل وشملة البلاء وديث بالصغار والقماء." (نہج البلاغة ٢٧)

یعنی جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک ایسا دروازہ ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے اولیاء کے لئے کھول دیا ہے۔ جہاد "تقویٰ کا لباس" مضبوط زرہ اور قابل اطمینان محافظ ونگہبان ہے۔ جو شخص لاپرواہی کی وجہ سے جہاد سے روگردانی اختیار کرتا ہے" وہ در حقیقت سپاہی کے مقدس فریضہ کو بخوبی انجام نہیں دیتا اور خداوند عالم اس کو ذلت کا لباس پہنادیتا ہے۔ مصیبتیں اور بلائیں اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذلت ورسوائی سے دوچار ہوگا۔ (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۲۷)

حضرت علی علیہ السلام کو اپنے دور خلافت میں جو چیز سب سے زیادہ تکلیف پہونچاتی تھی وہ دشمن کے خلاف جنگ ونبرد آزمائی کے سلسلے میں ان کے ساتھیوں کی لاپرواہی تھی کہ اس مقدس فریضہ کی طرف سے کوتاہی ولاپرواہی کی وجہ سے ان کے دشمن

معاویہ کی تقویت ہوتی تھی اور اس کے سپاہیوں کے حوصلے بڑھ رہے تھے اور دوسری طرف علوی محاذ کمزور ہو رہا تھا اور ان کے سپاہیوں کی عزت و عظمت کو دھچکا لگ رہا تھا اور ان کی ذلت و رسوائی کا سامان فراہم ہو گیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کی بزدلی، کم حوصلگی اور لاپرواہی سے بہت پریشان اور رنجیدہ خاطر تھے چنانچہ متعدد بار انہوں نے شدید اللحن خطبوں میں اپنے اندرونی تاثرات کا اظہار بھی کیا۔ اپنے ایک خطبہ میں انہوں نے ارشاد فرمایا:

اف لکم لقد سئمت عتابکم' ارضیتم با لحیاۃ الدنیا من الاخرۃ عوضاً وبالذل من العز خلفاً اذا دعوتکم الی جہاد عدوکم دارت اعینکم کانکم من الموت فی غمرۃ' ومن الذھول فی سکرۃ" نہج البلاغہ ۳۴۔ یعنی تمہیں شرم کرنی چاہئے کیونکہ میں تم لوگوں کی لاپرواہی سے تنگ ہوں اور توبیخ و عتاب کی وجہ سے بہت ملول و رنجیدہ خاطر ہوں۔ کیا تم لوگ دنیا کی چند روزہ زندگی سے آخرت کی ابدی زندگی کو تبدیل کرنے کے لئے راضی ہو گئے ہو؟ کیا تم لوگ اس بات پر راضی و آمادہ ہو کہ ذلت و رسوائی و عزت و منزلت کا جانشین بنا دیا جائے۔ جب میں تم لوگوں کو دشمن کے خلاف جہاد کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اضطراب اور حیرانی کی وجہ سے تمہاری آنکھیں اس طرح پھرنے لگتی ہیں جیسے موت کے چنگل نے تمہیں دبوچ لیا ہو۔ یقیناً تم لوگوں کی مثال ان مست و غافل لوگوں جیسی ہے جن کو اپنی مصلحت کی شناخت نہیں ہے اور جو خود سے ناواقف و بے خبر ہیں۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۳۴)

دوسرے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الا وانی قد دعوتکم الی قتال ھولاء القوم لیلاً و نہاراً وسراً وعلاناً' وقلت لکم: اغزوھم قبل ان یغزوکم' فواللہ ماغزی قوم قط فی عقر دارھم الا ذلوا' فتواکلتم وتخاذلتم حتی شنت علیکم الغارات' وملکت علیکم الاوطان" نہج البلاغہ ۲۷

یعنی میں نے تم لوگوں کو معاویہ اور اس کے سپاہیوں کے خلاف جنگ و نبرد آزمائی کے لئے روز و شب اور پوشیدہ و اعلانیہ انداز میں دعوت دی۔ میں نے تم لوگوں سے یہ بھی کہا کہ دفاعی جنگ نہ کرو بلکہ آگے بڑھ کر فوج دشمن پر حملہ کرو اور اس سے قبل کہ وہ تمہارے اوپر حملہ کریں تم ان لوگوں پر دھاوا بول دو کیونکہ اپنے گھر کے اندر دشمن کی فوج کے خلاف جنگ کرنے والوں کو بہر حال ذلت و رسوائی کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ بہر حال تم لوگوں نے میری تاکیدی دعوت و سفارش پر کوئی توجہ نہیں دی اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دوسرے ساتھی کی آڑ میں دشمن کے خلاف جنگ و نبرد آزمائی سے کتراتا رہا۔ تم لوگوں نے آپسی تعاون و امداد سے بھی کام نہیں لیا اور جہاد کی طرف سے تم لوگوں کی لاپرواہی و سہل انگاری کا یہ نتیجہ بر آمد ہوا کہ تمہارا سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا اور تمہارا علاقہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۷)

اسی خطبہ میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"فاذا امرتکم بالسیر الیھم فی ایام الحر قلتم ہذہ حمارۃ القیظ امہلنا یسبخ عنا الحر' واذا امرتکم بالسیر الیھم فی الشتاء قلتم ھذہ صبارۃ القر امہلنا ینسلخ عنا البرد' کل ھذا فراراً من الحر والقر' فاذا کنتم من الحر والقر تفرون فانتم واللہ من السیف افر۔" نہج البلاغہ خطبہ ۲۷۔ یعنی جب میں گرمی کے موسم میں تم لوگوں کو کوچ کا حکم دیتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ دشمن کی طرف چل پڑو تو تم لوگ یہ جواب دیتے ہو کہ ابھی سخت گرمی پڑ رہی ہے لہذا ہم لوگوں کو اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کچھ کم ہو جائے اور جب سردی کے زمانے میں تم لوگوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ ابھی سردی زیادہ ہے لہذا سردی کم یا ختم ہو جائے تو کوچ کرنا بہتر ہو گا۔ تمہاری ان تمام باتوں کا مقصد سردی و گرمی سے فرار اختیار کرنا ہے اور جب تم موسم کی گرمی و سردی سے اس قدر گریزاں ہو تو خدا کی قسم دشمن کی تلوار کے سامنے سے تو تم اور زیادہ تیز رفتاری سے فرار اختیار کرو گے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۷)

ایک دوسرے خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"کلما اطل علیکم منسر من مناسر اہل الشام اغلق کل رجل منکم بابہ' وانجحر انجحار الضبۃ فی حجرھا' والضبع فی وجارھا الذلیل واللہ من نصرتموہ ومن رمی بکم فقد رمی بافوق ناصل" نہج البلاغہ خطبہ ۶۸۔ جب بھی شامیوں کے ہراول دستوں میں سے کوئی دستہ تم پر منڈلاتا ہے تو تم سب کے سب (اپنے گھروں) کے دروازے بند کر لیتے ہو اور اس طرح اندر چھپ جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سوراخ میں اور بجو اپنے بھٹ میں۔ جس کے تمہارے ایسے مددگار ہوں' اسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اور جس پر تم تیر کی طرح پھینکے جاؤ تو گویا اس پر ایسا تیر پھینکا گیا جس کی نوک بھی شکستہ اور پیکان بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ (ظاہر سی بات ہے کہ ایسا تیر دشمن کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔) (نہج البلاغہ خطبہ ۶۸)

حضرت علی علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری ایام میں جہاد کے سلسلے میں لوگوں کی کاہلی و لاپرواہی کی وجہ سے بہت رنجیدہ و غمگین تھے اور اپنی تقریروں میں برابر اس رنج و افسوس کا اظہار بھی کیا کرتے تھے چنانچہ اپنی ایک تقریر میں انہوں نے لوگوں کو بڑے سخت لہجے میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"قاتلکم اللہ لقد ملاتم قلبی قیحا وشحنتم صدری غیظا وجرعتمونی نغب التہمام انفاسا و افسدتم علی رایی بالعصیان والخذلان حتی قالت قریش ان ابن ابیطالب رجل شجاع ولکن لا علم لہ بالحرب" (نہج البلاغہ خطبہ ۲۷) اللہ تمہیں مارے! تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم و حزن کے جرعے پے در پے پلائے' نافرمانی کر کے میری تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا' یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ ابوطالبؑ کا بیٹا (علیؑ) ہے تو مرد شجاع لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۷)

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میدان میں سے کوئی بھی فن سپہ گری میں مجھ سے زیادہ مہارت رکھتا ہے اور میدان میں کسی نے مجھ سے پہلے قدم میدان جنگ میں قدم رکھا ہے؟ میں بیس سال کا بھی نہیں ہوا تھا کہ دشمنوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کرنے لگا تھا اور اس وقت میری عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ میرے حکم کی اطاعت ہی جو نہیں کی جاتی اور سپاہی میری نافرمانی کرتے ہیں پس ایسا سالار کیا تدبیر اختیار کر سکتا ہے (ولکن لا رای لمن لا یطاع) کبھی کبھی وہ منبر سے حقیقی مومنین و مجاہدین کا ذکر کیا کرتے تھے اور بڑی شان سے ان لوگوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے جو راہ خدا میں آنے والی موت کو خوشی خوشی اپنے گلے لگایا کرتے تھے اور موت سے ہم آغوش ہونے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ باوفا ساتھیوں کا نام لے کر دیر تک افسوس ظاہر کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ذیل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

"این اخوانی الذین رکبوا الطریق ومضوا علی الحق این عمار؟ این ابن التیہان؟ واین ذو الشہادتین واین نظراؤ ہم من اخوانہم الذین تعاقدوا علی المنیہ وابرد برؤسہم الی الفجرہ" نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۱۔ یعنی میرے وہ بھائی کہاں ہیں جو فوراً چل پڑتے تھے؟ عمار یاسر کہاں ہیں؟ خزیمہ بن ثابت انصاری کہاں ہیں؟ آخر یہ لوگ اور ان جیسے دوسرے لوگ کہاں چلے گئے آخر وہ لوگ کہاں ہیں جو خدا کی راہ میں جان دینے کا معاہدہ کئے ہوئے تھے اور قتل کے بعد ان کے مقدس سروں کو دشمن کا قاصد گنہگار ظالموں تک پہونچا دیتا تھا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۱)

> مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جہاد بہشت کے دروازوں میں سے وہ دروازہ ہے جس کو خداوند عالم نے اولیاء کے لئے کھولا ہے۔ جو شخص اس مقدس فریضہ پر عمل نہیں کرتا اور لاپرواہی و بے توجہی کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے وہ یقیناً ذلت و رسوائی اور پستی و خواری سے ہمکنار ہوتا ہے۔

اس خطبے کے راوی نوف بکالی کا بیان ہے کہ اس خطبے کے دوران حضرت علی علیہ السلام پر رنج و غم کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور وہ کافی دیر تک گریہ وزاری کرتے رہے اور اس کے بعد پھر فرمایا "ثم قال: اوہ علی اخوانی الذین تلوا القرآن فا حکموہ وتدبر والفرض فاقاموہ احیوا السنہ واما توا البدعہ دعواللجہاد فاجا بوا ووثقو بالقائد فا تبعوہ "نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۲۔ یعنی میرے ان بھائیوں پر افسوس جن لوگوں نے اطمینان قلب کے ساتھ قبول کر لیا اور اسے محکم الٰہی فرمان قرار دیا الٰہی فریضہ کی ادائگی میں جوش و خروش اور تدبر سے کام لیا اور اسے انجام دینے کی ہمت کی۔ سنت خداوندی کو زندہ کیا' بدعت کا کام تمام کیا۔ انہیں جہاد کی دعوت دی گئی تو اسے قبول کرتے ہوئے فوراً میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے اور دشمن کے خلاف جنگ کی۔ اپنے قائد پر مکمل اعتماد رکھتے ہوئے اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگے رہتے تھے اور نہایت خلوص کے ساتھ اپنے پیشوا کی ہر ہدایت کی پیروی کرتے تھے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۲)

اپنی زندگی کے آخری زمانے میں حضرت علی علیہ السلام ایسے دردناک و طاقت فرسا مصائب و آلام میں گرفتار تھے کہ اکثر اوقات موت کی تمنا کرنے لگتے تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے مسجد کوفہ میں عبدالرحمن ابن ملجم کی ضربت کو ایک عظیم کامیابی کے نام سے یاد کیا۔ ان کے سر سے خون جاری تھا اور ان کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا اور مجھے مصائب و آلام اور درد و غم کی زندگی سے نجات حاصل ہو گئی۔

درحقیقت جس چیز نے حضرت علی اور دیگر صاحبان ایمان کی زندگی کو تلخ و ناگوار و ناپسندیدہ بنا دیا

تھا وہ فریضہ سپہ گری اور جہاد سے لوگوں کی بے توجہی ولاپرواہی تھی۔ اگر اس زمانے کے لوگوں نے عمار یاسر، ابو الہیثم اور خزیمہ جیسے نامور جانبازان اسلام کی طرح خدا کی راہ میں جہاد کا استقبال کیا ہوتا اور غیر معمولی رضا و رغبت کے ساتھ اپنے امام کے حکم کی اطاعت کی ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام ہرگز اس قدر رنجیدہ و غمگین نہ ہوتے اور لوگوں کو بھی اس حد تک ذلت و رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑتا، دشمن ان لوگوں پر غلبہ نہ حاصل کر پاتا اور عدل و ایمان کی ایسی پامالی نہ ہوتی لیکن افسوس کہ لوگوں نے حضرت علی کی نافرمانی کی، حق و فضیلت کی راہ کو ترک کر دیا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے آمادہ نہیں ہوئے اور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے معاویہ اور اس کے لشکر کی کامیابی کی زمین ہموار کر دی اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی ذلت و رسوائی کا سامان فراہم کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کی تاریخ اس زمانے سے ایرانی عوام کے لئے انتہائی مفید و سبق آموز ہے لہذا انہیں اس کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس زمانے میں رونما ہونے والے واقعات و حوادث کا بھرپور تجزیہ کرنا چاہئے اور ان واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اسلامی انقلاب کو اور زیادہ مفید و کارآمد بنانے کے لئے اپنے فرائض کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا چاہئے اور ان فرائض کو پورا کرنے کے لئے عملی قدم اٹھانے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ نہ محسوس کرنی چاہئے۔

در حقیقت ایران میں طاغوتی نظام حکومت کی نابودی اور اسلامی جمہوریہ کے قیام کے لئے اسلامی انقلاب رونما ہوا اور معاشرہ کے تمام لوگوں نے امام خمینی کی باشعور قیادت میں اس انقلاب میں شرکت فرمائی۔ عوام کے درمیان اتحاد و اتفاق کے سایہ میں اور صاحبان ایمان کی مثالی قربانیوں کی وجہ سے اسلامی انقلاب کامیاب ہو گیا اگرچہ اس کامیابی کی راہ میں ۶۰ ہزار لوگ شہید اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ افراد زخمی و معذور ہو گئے۔

مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عزت و عظمت حاصل کرنے اور فرد و معاشرہ کو افتخار و سربلندی سے مالامال کرنے کا دوسرا اہم سبب و وسیلہ خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور اس کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہے۔

مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جہاد بہشت کے دروازوں میں سے وہ دروازہ ہے جس کو خداوند عالم نے اولیاء کے لئے کھولا ہے۔ جو شخص اس مقدس فریضہ پر عمل نہیں کرتا اور لاپرواہی و بے توجہی کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے وہ یقیناً ذلت و رسوائی اور پستی و خواری سے ہمکنار ہوتا ہے۔

حکومت اور عوام کا رابطہ: عزت و ذلت اور مخصوص حالات فرد یا معاشرہ کی عزت و عظمت اور ذلت و حقارت کا تیسرا اہم سبب حکومت اور عوام کے درمیان موجود رابطہ ہے جس کی طرف حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں بھرپور اشارہ کیا ہے۔ اس خطبے میں امیر المومنین سماج پر حکومت کے حقوق اور حکومت پر سماج والوں کے حقوق کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"واعظم ما افترض سبحانه من تلك الحقوق حق الوالي على الرعيه وحق الرعيه على الوالي' فريضه فرضها الله سبحانه لكل على كل ' فجعلها نظاما لالفتهم' وعزاً لدينهم ' فليست تصلح الرعيه الا بصلاح الولاة' ولا تصلح الولاة الا باستقامه الرعيه' فاذا ادت الرعيه الى الوالي حقه' وادى الوالي اليها حقها ' عز الحق بينهم' وقامت مناهج الدين' واعتدلت معالم العدل' وجرت على اذلالها السنن فصلح بذلك الزمان' وطمع في بقاء الدوله' ويئست مطامع الاعداء' واذا غلبت الرعيه واليها 'او اجحف الوالي برعيته' اختلفت هنالك الكلمه ' وظهرت معالم الجور' وكثر الادغال في الدين' وتركت محاج السنن' فعمل بالهوى' وعطلت الاحكام' وكثرت علل النفوس' فلا يستوحش لعظيم حق عطل' ولالعظيم باطل فعل' فهنا لك تذل الابرار' وتعز الاشرار"(نہج البلاغہ ۲۰۷) یعنی ان حقوق میں سب سے بڑا الٰہی فریضہ عوام پر حاکم کا حق اور حاکم پر عوام کا حق ہے اور یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کو خداوند عالم نے اجتماعی مفاد کو نگاہ میں رکھتے ہوئے تمام لوگوں پر واجب قرار دیا ہے اور اسے سماجی میل جول کے لئے نظم و ترتیب کا معیار اور ان کے دین کے لئے عزت و عظمت کا سرمایہ قرار دیا ہے۔

ایسی حکومت میں عوام کے حالات تسلی بخش نہیں ہو سکتے جہاں حکام اپنے عوام کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتے ہوں اور اسی طرح حکام اور عوام کے درمیان وحدت و اتحاد کی گنجائش ہی نہیں ہے تاوقتیکہ عوام اپنے حکام کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے حق کی استقامت و پائداری کرتے رہیں۔

جب عوام حاکم و والی کا حق ادا کر رہے ہوں اور حاکم اپنے عوام کا حق ادا کر رہا ہے تو سماج میں یقیناً حق کا بول بالا ہو گا۔ ایسے حالات میں دینی اصول و قوانین کی ترویج ہوتی ہے، عدل کی علامتوں میں توازن ظاہر ہوتا ہے اور الٰہی روایات حق کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں لوگوں کی زندگی خوشحال ہو جاتی ہے اور حکومت کی بقاء کی زمین ہموار ہو جاتی ہے اور حکومت کو لالچی نگاہوں سے دیکھنے والے دشمنوں کی امید پر پانی پھر جاتا ہے لیکن اس کے

(باقی صفحہ ۹ پر)

عالم اسلام کے اہم مسائل' اسلام دشمن طاقتوں کی
انسانیت سوز سازش اور عالمی یوم قدس کے سلسلے میں

خطبہ نماز جمعہ کے دوران

اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان کا اعلان :

"ایران امریکی حکومت کے ساتھ مذاکرہ ورابطہ کا محتاج نہیں ہے"

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں تمام نمازی بھائیوں اور بہنوں کو گفتار' کردار' افکار اور جذبات واحساسات میں بھی جو ان کے اختیار میں ہیں' تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اصل موضوع کا تذکرہ کرنے سے پہلے کچھ دیگر اور اہم موضوعات بھی ہیں جن کی طرف اشارہ کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے۔ ان موضوعات میں سب سے زیادہ اہم اور غم انگیز مسئلہ الجزائر کے موجودہ حالات ہیں۔ آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی انگلیاں' حکومت الجزائر کی جانب ان واقعات کے ذمہ دار کی حیثیت سے' اٹھ رہی ہیں۔ حالانکہ ہم نہیں چاہتے کہ اس بارے میں کوئی قطعی دعویٰ کریں۔

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ایک حکومت اپنے شہریوں کی جان کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ مگر یہ عجیب حادثہ ہے' ایسے حادثے کی مثال بہت ہی کم ملتی ہے' جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے اس زمانے کے حالیہ دور میں ایسی کوئی چیز بالکل یاد نہیں پڑتی کہ کسی ملک میں ایسے افراد بھی ہوں جن کے لئے حکومت یہ کہے کہ ان کا پتہ نہیں چل سکتا' وہ ایسے لوگوں کی شناخت نہ کرسکے جو تھوڑے فاصلہ پر سیکڑوں بے خطا لوگوں کو جو کہ نمایاں طور پر ایک ہی سیاسی جماعت سے وابستہ ہوں یا ان کے طرفدار ہوں' ان میں عورت' مرد اور بچے بھی ہوں' اُن کا سر کاٹیں اور انتہائی شقاوت کے ساتھ مار ڈالیں!

ایک عجیب حادثہ ہے' نہایت المناک حادثہ! اسی کے ساتھ ان افراد اور جماعتوں اور عالمی اداروں پر تعجب ہوتا ہے جو ہمیشہ انسانی حقوق کی علمبرداری کے ٹھیکیدار بنے رہتے ہیں اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں اگر کسی ایک فرد کو' بشرطیکہ وہ مغربی ہو اور خاص طور پر خود ان سے وابستہ ہو' ہلکی سی خراش بھی آجائے تو عالمی سطح پر ہنگامہ برپا کردیتے ہیں لیکن اس معاملہ میں عمداً ٹھنڈے پڑے ہوئے ہیں کیونکہ جن افراد پر ظلم ڈھائے جارہے ہیں' وہ ان کے گروہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اسی مسئلہ کی عینی شکل ہم نے اس سے دو تین سال قبل بوسنیا ہرزگوینا میں بھی دیکھی

اگر دنیا میں کسی ایسے پر ظلم ہو جو بڑی طاقتوں یا سامراج کے گروہ کا جزو ہو' تو ان کے طرفدار رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔
اگر ان کے جزو نہ ہوں یا مخالفین کا جزو ہوں تو سکوت اختیار کر لیتے ہیں' فقط اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ستمگر کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں' اس کا پروپگنڈہ کرتے ہیں' مدد کرتے ہیں۔

تھی۔ یہ خود ایک عجیب داستان ہے کہ اگر دنیا میں کسی ایسے پر ظلم ہو جو بڑی طاقتوں یا سامراج کے گروہ کا جزو ہو' تو ان کے طرفدار رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔

اگر ان کے جزو نہ ہوں یا مخالفین کا جزو ہوں تو سکوت اختیار کر لیتے ہیں' فقط اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ستمگر کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں' اس کا پروپگنڈہ کرتے ہیں' مدد کرتے ہیں۔ واقعی بہت عجیب حادثہ ہے' یہ آج کی دنیا کے عجیب و غریب حادثات میں سے ہے۔ بعد کی گفتگو میں اس موضوع پر اس سے زیادہ مکمل کر بیان ہوگا۔ انشاءاللہ۔

ہم اس سانحے کی شدت سے مذمت کرتے ہیں اور اس کی تحقیقات میں اختیار کی جانے والی خاموشی اور لاپرواہی کی بھی مذمت کرتے ہیں۔

دوسرا موضوع جس کی جانب میں اس وقت اشارہ کر رہا ہوں' یوم قدس کا مسئلہ ہے۔ انشاءاللہ آئندہ جمعہ جو ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہے یوم قدس ہوگا۔ اس موقع پر ایران کے عوام کو چاہئے کہ قدس کے متولی کی حیثیت سے ایسے امور انجام دیں اور ایسے کام کر کے دکھائیں کہ دوسری ملتوں کے لئے وہ نمونۂ عمل بن جائیں کیونکہ دیگر اقوام ہر سال دنیا کے گوشہ و کنار حتی کہ خود یورپ میں اور دوسرے مقامات پر بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے' یوم قدس کو عقیدت سے مناتی ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اس پرچم کو روز بروز زیادہ اونچا کریں اس نور اور روشنی کے مرکز کو مزید روشن کریں تاکہ اور زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

یہ وہ موضوعات تھے جنہیں میں نے تمہیدی طور پر عرض کیا۔ البتہ اصل موضوع جس پر میں کسی حد تک تفصیلی گفتگو کرنا چاہوں گا جس کی جانب میں نے اس ماہ کے پہلے جمعہ کے خطبۂ اول میں بھی اشارہ کیا تھا لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے اسے جاری نہیں رکھ سکا تھا' اس سے متعلق نئے مسائل بھی سامنے آگئے ہیں لہٰذا میرے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ اس موضوع کو جاری رکھوں اور وہ موضوع ہے "تشہیراتی ہنگامہ آرائی" جو حالیہ ایک دو ہفتے سے دنیا کو اپنی جانب متوجہ کئے

ہوئے ہے یعنی ایران اور امریکہ کے تعلقات کے بارے میں ""ایران کی ایک تازہ خبر" کے عنوان سے اس وقت ایک عجیب تشہیراتی روش اختیار کر لی گئی ہے۔ اس وقت زیادہ تر امریکی مشینری اور ان کے پیروکار شور مچائے ہوئے ہیں' تاکہ وہ اپنے اغراض و مقاصد کی خاطر ایک جھوٹ کو حقیقت کی شکل میں ظاہر کریں اور ایک حقیقت کو پوری طرح چھپا دیں۔ یہ تشہیراتی لہر زیادہ تر بیرون ملک پروپگنڈہ مشینری کی دین ہے لیکن ملک کے اندر بھی اس کے مشابہ ہو رہا ہے۔ وہ مسئلہ جو ان لوگوں کے پروپگنڈوں اور ہنگامہ آرائیوں کا موضوع بنا ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ اسلامی جمہوری حکومت چاہتی ہے کہ حکومت امریکہ سے اپنے تعلقات کے بارے میں نظر ثانی کرے۔ اس بے بنیاد اور بے ہودہ موضوع کو ایک تازہ خبر کی حیثیت سے اتنا بڑا بنا دیا' ہنگامہ آرائی کر دی اور ایک عجیب شور شرابہ مچا رکھا ہے' یہ اس لئے ہے کیونکہ اس سے ان کے اہداف و مقاصد وابستہ ہیں مگر ایرانی قوم کے لئے وہ بہت خطرناک مقاصد رکھتے ہیں' واقعی بہت خطرناک ہیں۔ اس وقت وہ لوگ اپنی کوشش میں ہمہ تن لگے ہوئے ہیں ہمیں چاہئے کہ دشمن کو اور دشمن کی چال کو پہچانیں اگر ہم کوئی جوابی اقدام نہ کرنا چاہیں تب بھی کم از کم ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ دشمن کیا کر رہا ہے؟ ہم اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ دشمن ملت ایران' ملک ایران اور ایرانی حکام کے سلسلے میں جو چاہے پروپگنڈہ کرتا رہے اور ہم اسی طرح ساکت رہیں' ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ضروری ہے کہ دشمن کے اہداف و مقاصد جانے جائیں۔ میں اس بات کا پابند ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو حقائق ہیں' وہ سب اپنی عزیز ملت کے لئے بیان کروں اور انشاءاللہ' عرض کروں گا' البتہ یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ یہ پہلی بار نہیں ہو رہا ہے' اس سے پہلے بھی ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد بھی شور و غل کیا گیا تھا' یہاں تک کہ ہمارے بعض اخبارات نے بھی ایسا ہی کچھ لکھا تھا' انقلاب کے مخالف بعض افراد نے کیسی کیسی

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے اب تک ۱۹ برس ہو چکے ہیں کہ امریکی حکومت' امریکی ذرائع ابلاغ' امریکی اخبارات اور امریکہ کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے جہاں تک ہو سکتا تھا' ملت ایران کو نقصان پہنچایا' اسے دھوکا دیا' اس کی توہین کی' اس کے ساتھ خیانت کی اور جھوٹ بولا۔

چیزیں لکھی تھیں ایسے دعوے کئے تھے امام خمینی کے دور کو دیدہ و دانستہ غلط طور پر پیش کیا گیا تھا۔ الحمد للہ ملت ایران نے ان کے منہ پر طمانچہ مار دیا اور انہیں یہ عمل جاری نہ رکھنے دیا مگر اس دفعہ شور و غل کچھ زیادہ وسیع پیمانے پر ہے اس بار وہ دوسرے طریقے سے شور و غل کر رہے ہیں مگر یہ کہ اس شور و غل کا سرا ملک سے باہر ہے زیادہ تر وہ لوگ ہی اس میں شامل ہیں جن کی حالت دوسری ہے شور و غل اس وقت بھی تھا البتہ اتنا زیادہ اور وسیع نہیں تھا۔

اس شور و غل اور ہنگامے کے لئے جو انہوں نے بہانہ بنایا وہ ہمارے محترم صدر کا انٹرویو ہے۔ چند روز قبل انہوں نے اس کو بہانہ بنایا اور یہ بھی حقیقتاً ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ ایرانی ملت کے ساتھ بھی ظلم ہے اور ہمارے صدر کے ساتھ بھی ظلم ہے۔ اس پروپیگنڈے کے ذریعہ وہ حقائق کو چھپانا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ حقائق لوگوں کے سامنے نہ آئیں۔ واقعاً یہ ایک عجیب چیز ہے۔

میں شروع میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس انٹرویو میں امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ روابط کے بارے میں ہمارے تمام اصولی موقف بخوبی بیان کئے گئے' وہ مطالب جنہیں بیان کرنا چاہیے تھا' بیان کئے گئے' میں نے انتہائی غور سے سنا امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے بارے میں جو کچھ کہنا ضروری تھا کہا گیا' جو کچھ امریکہ کے ساتھ رابطہ کے بارے میں ضروری تھا' کہا گیا' جو کچھ اسرائیل اور فلسطینی مجاہدین اور بعض داخلی معاملات کے بارے میں تھا' انتہائی عمدہ تھا' میں نے ان کے لئے' وزیر خارجہ اور بعض دوسرے حکام کے لئے دعا کی جنہوں نے اس سلسلے میں عمدہ موقف اختیار کیا۔ اب کچھ چیزیں ممکن ہیں سلیقوں سے مربوط ہوں' انداز بیان سے مربوط ہوں' ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جو اصولی اور اہم باتیں تھیں یعنی مذاکرات سے مربوط مسائل تھے یا صیہونی حکومت کے متعلق باتیں تھیں' جنہیں اچھے طریقے سے بیان کیا گیا۔

یہ تمام عمدہ مطالب تھے' اب اگر دشمن اپنی خواہش و رغبت کے برخلاف باتوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا تو وہ تو دشمن ہے اور دشمن سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

ہمیں خود یہ جان لینا چاہئے کہ دشمن کا ہدف و مقصد کیا ہے؟ اس کی غرض کیا ہے؟ سب سے پہلے تو میں آپ بھائی بہنوں کے سامنے یہ بیان کر دوں کہ دنیا میں ہمارے مخالفین کا خاص طور پر امریکیوں کے تشہیراتی شور و غل کا مقصد کیا ہے؟ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلسل کہتے ہیں کہ ایران امریکہ کے ساتھ گفتگو چاہتا ہے' ایران امریکہ کے ساتھ بتدریج رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے' ان باتوں سے ان کا مقصد کیا ہے؟ وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہمارے مخالفین کس چیز کی تلاش میں سرگرداں ہیں؟

یہ ایک مسلمہ امر اور ناقابل تردید حقیقت ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ نہ تو اسلامی جمہوریہ ایران اور نہ ہی ملت ایران کی بھلائی کے خواہاں ہیں۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے اب تک ۱۹ برس ہو چکے ہیں کہ امریکی حکومت' امریکی ذرائع ابلاغ' امریکی اخبارات اور امریکہ کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے جہاں تک ہو سکتا تھا' ملت ایران کو نقصان پہنچایا' اسے دھوکا دیا' اس کی توہین کی' اس کے ساتھ خیانت کی اور جھوٹ بولا۔ ہم نے جو آٹھ برس تک جنگ لڑی ہے اس سے متاثرہ تمام اقتصادی امور میں انہوں نے ایک جگہ بھی ہمارے حق میں کام نہیں کیا۔ اور اس وقت بھی معاملہ ایسا ہی ہے یعنی امریکہ کی ایران دشمن راہ و روش میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی' پس ان کا مقصد کیا ہے؟ ان کے پیش نظر چند چیزیں ہیں جنہیں مختصراً عرض کرتا ہوں۔ آپ ان مسائل پر کہ جنہیں میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں' گہری توجہ دیں بالخصوص آپ جوان' آپ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ جوان اور دینی علوم کے طلباء' ان مسائل کے بارے میں غور و فکر اور تدبر کریں۔ چونکہ یہ اہم مسائل ہیں۔ اور غالباً ایسے ہی بظاہر کم اہمیت مگر حساس مواقع پر کسی قوم کی تقدیر منحصر ہوتی ہے' خصوصاً ایسے ہی موقع پر عوام' جوان

ملت ایران مکمل طور پر، محکم دلائل کی بناء پر، منطقی استدلال کے ذریعے امریکی حکومت کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔

طبقہ 'حکام اور دوسرے لوگ اگر حقیقت کو نہ سمجھ پائیں تو اس کی بدولت ایک نیا گوشہ پیدا ہو جائے گا اور یہی گوشہ خدانخواستہ ہر چیز کی تباہی و نابودی کا باعث ہو سکتا ہے' عام طور پر ہوتا بھی ایسا ہی ہے لہذا صحیح طور پر غور و فکر کرنا بہت ضروری ہے۔

ان کا مقصد کیا ہے؟ امریکی حکومت اور امریکہ کے سامراجی ذرائع ابلاغ کے ان پروپیگنڈوں کا کیا مقصد ہے کہ ایران مذاکرات و گفتگو کرنا چاہتا ہے؟ ان کے چند اہداف ہیں ایک مقصد یہ ہے کہ جو چیز آج تک ملت ایران کے درمیان اتحاد کا ذریعہ رہی ہے اسے ایرانی قوم میں اختلاف اور تفرقہ پردازی کے وسیلہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں' ابھی تک ایران کے عوام امریکی حکومت کی دشمنی سے بخوبی واقف ہونے کی بناء پر 'اگر ان میں اپنے اس دشمن کے مقابلے پر جزوی اختلاف پائے بھی جاتے تھے تو وہ ان کو الگ رکھ کر متحد ہو جاتے تھے۔ امریکہ سے مقابلہ اس قوم میں اتحاد و یکجہتی کا ایک وسیلہ رہا ہے اور امریکی حکومت اور امریکی پریس ملت ایران کے درمیان اتحاد کے اس اہم اور بنیادی سبب کو اپنے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کے ذریعہ سے ان کے درمیان وسیلہ نفاق میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ اس کے خلاف وہ اس کے خلاف 'کوئی کہہ رہا ہے مذاکرات ہونے چاہئیں دوسرا کہہ رہا ہے کہ مذاکرات کا کیا فائدہ ہے؟ تیسرا کہہ رہا ہے کہ نقصان ہی کیا ہے؟ کچھ لوگ اس طرف سے گفتگو کریں' کچھ دوسری طرف سے بولیں۔ نتیجتاً دشمن کے مقابل ایرانی قوم کی اس عظیم قومی وحدت و یگانگت کو ایک اختلافی مسئلہ میں تبدیل کر دیں۔ یہ ہے ان کا پہلا مقصد — یہ بات قابل غور ہے توجہ کیجئے۔

دوسرا ہدف یہ ہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات اور امریکہ کے ساتھ رابطے کے اس مسئلے کی تکرار کر کے اس کی برائی اور قباحت کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو ملت ایران کی نظروں میں منطقی دلائل کی بناء پر ایک بدترین چیز ہے۔ نماز جمعہ میں جتنی دیر گفتگو ہو سکتی ہے' اس میں' میں اس کے منطقی دلائل بیان کروں گا۔ وہ اس مسئلے کی برائی اور قباحت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے انہوں نے اسرائیل کے مسئلہ میں عربوں کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ایک دن تھا کہ عرب حکومتیں اسرائیل کے ساتھ گفتگو اور تعلقات حتی کہ اسرائیل کا نام لینا بھی ایک نہایت بری چیز سمجھتی تھیں' انہوں نے ایسی چال چلی کہ اس مسئلے کو چھیڑا اور ان میں سے ایک کو آگے لا کر یعنی ایک کو عرب ملت کی صفوں سے باہر نکال کر اور ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال کر ایسا کام لیا کہ اس میں جو برائی اور قباحت نظر آتی تھی وہ ختم ہو گئی۔ اب حالت یہ ہے کہ وہ حکومتیں بھی کہ جن کی سرحدیں اسرائیل کے ساتھ نہیں ملتیں اور جنہیں اسرائیل کی طرف سے کوئی خطرہ اور نقصان نہیں ہے' وہ بھی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کی بات کر رہی ہیں۔ کیا ضرورت ہے؟ لیکن کر رہی ہیں۔ کیونکہ اس کی برائی اور قباحت ختم ہو چکی ہے۔ ملت ایران مکمل طور پر' محکم دلائل کی بناء پر' منطقی استدلال کے ذریعے امریکی حکومت کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔ ان چیزوں کی طرف میں بعد میں اشارہ کروں گا۔ اور دنیا کی تمام ملتوں نے بھی اس کو ملت ایران کے ذریعے ہی پہچانا ہے اور وہ ہمارے اس عمل کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ اس کی برائی اور قباحت کو ختم کر دیں۔ ان کے نزدیک یہ ایک عام اور معمولی کام ہے۔

تیسرا ہدف یہ ہے کہ ایک بڑی طاقت کے عنوان سے ایران کے ساتھ مذاکرات ان کے لئے اہم ہیں' ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو حیرت ہو اور وہ بھی کہیں کہ بڑی طاقت امریکہ ہے! ایران ہے ہی کیا کہ سپر پاور امریکہ کے لئے اس کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنا اہم ہو؟ جی ہاں! انتہائی اہم بات ہے' بڑی طاقت ہونے کی وجہ سے اس کے لئے بہت اہم ہے۔ "بڑی طاقت" یعنی وہ طاقت جو دنیا کی تمام سیاسی طاقتوں سے بالاتر ہے اور ان پر اپنا ارادہ مسلط کر سکتی ہے! اس دنیا میں دو بڑی طاقتیں تھیں ایک امریکہ اور دوسری سوویت یونین۔ ہر ایک کا ایک

ایک ایسی سپرپاور جس کا پوری دنیا اور عالمی سیاست پر تسلط کا دعویٰ ہے' اس کے لئے صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں اس کی کوئی عزت نہیں کی جاتی' اس کا کوئی احترام نہیں ہوتا' اور وہ کون سی جگہ ہے؟ اسلامی جمہوریہ ایران۔

علاقے میں اثر و نفوذ تھا' جو کام بھی وہ چاہتی تھیں کر سکتی تھیں۔ امریکہ نے اپنی میزائلیں یورپی ممالک میں اپنے دشمن سوویت یونین کے مقابلہ میں نصب کریں' بے چارے یورپیوں کے پاس بھی کوئی چارہ نہیں تھا' وہ کچھ نہیں کہتے تھے کیونکہ یہ کام سوویت یونین کے مقابلے میں دفاع کے عنوان سے ہو رہا تھا۔ سوویت یونین بھی اپنے زیر اثر علاقے میں یہی کام کرتا تھا مگر اب سوویت یونین کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اور امریکہ اس بات کا دعویدار ہے اور سختی سے اس بات کے درپے ہے کہ دنیا میں یک قطبی نظام قائم ہو جائے اور ایک وسیع و عریض مملکت و حکومت پر جس کا نام دنیا ہے ایک سپرپاور مسلط ہو جائے۔ اور واضح طور پر عرض کروں تو یہ وہ بات ہے کہ جس کے کہنے میں امریکہ کے سیاسی ماہرین کو بھی دریغ نہیں ہے' امریکی پریس میں اس مضمون کے سیاسی مقالے چھپتے ہی رہتے ہیں' میں نے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ایک امریکی جریدہ میں امریکہ کے ایک معروف سیاسی مضمون نگار کا ایک مقالہ پڑھا تھا جس میں اس نے دنیا کو خطاب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ امریکہ کے زیر اقتدار عالمی حکومت کے تحت رہنے میں کیا قباحت اور حرج ہے؟ آج امریکہ ایسا ہے اور امریکہ ویسا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ لوگ اپنے دعوے کو نافذ کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔

ایک ایسی سپرپاور جس کا پوری دنیا اور عالمی سیاست پر تسلط کا دعویٰ ہے' اس کے لئے صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں اس کی کوئی عزت نہیں کی جاتی' اس کا کوئی احترام نہیں ہوتا' اور وہ کون سی جگہ ہے؟ اسلامی جمہوریہ ایران۔ تو اسلامی جمہوریہ ایران اور ایرانی عوام دنیا میں سپرپاور اور امریکہ کی ہیبت کو توڑنے والے ہیں۔ میں نے بارہا عرض کیا ہے کہ بڑی طاقتوں کو زیادہ تر طاقت ان کی ہیبت سے حاصل ہے۔ اپنی ہیبت کی وجہ سے ہی وہ من مانی کرتے ہیں' ورنہ یہ لوگ تو ہر جگہ میدان عمل میں نہیں اترتے' ہر جگہ اسلحہ استعمال نہیں کرتے۔ یہ ان کی ہیبت و رعب و دبدبہ ہی ہے جو حکومتوں اور سیاسی جماعتوں کے کمزور افراد کو ان کے سامنے لرزنے اور ان کی بات ماننے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اب ایک جگہ ہے جہاں سپر پاور امریکہ کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے۔ تو امریکہ کے لئے یہ بات بہت اہم ہے کہ اسلامی ایران' جو شروع ہی سے واضح دلائل کی بنا پر امریکہ کے مقابل ڈٹا رہا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا اور کہتا رہا کہ ہم امریکہ سے مذاکرات نہیں کریں گے' اور اگر اب وہ یہ کہے کہ بہت اچھا' بسرو چشم' ہم مذاکرات کریں گے۔' تو یہ لوگ کہیں گے کہ لو دیکھو ہماری سپرپاوری مکمل ہو گئی جو علاقہ ہماری بات نہیں مانتا تھا اب وہ بھی ہمارے سامنے جھک گیا ہے' اس نے بھی سر تسلیم خم کر دیا ہے۔

ان کے لئے صرف مذاکرات بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں جبکہ تعلقات رکھنے میں وہ اس طرح سے نہیں ہیں' اس کے بارے میں میں بعد میں بتاؤں گا' تعلقات کے بارے میں وہ دوسری طرح سے سوچتے ہیں' ان کے لئے جو چیز بہت زیادہ اہم ہے وہ مذاکرات ہیں' وہ چاہتے ہیں کہ ایران مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے اور پھر جب مذاکرات شروع ہو جائیں تو تعلقات کے بارے میں ان کی مختلف شرائط ہوں گی۔

جہاں تک اس دوسرے مسئلے کا تعلق ہے کہ امریکہ کی نظر میں ایران کے ساتھ مذاکرہ و گفتگو کی اتنی اہمیت کیوں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران اور ملت ایران کی تحریک اس بات کا باعث بنی ہے کہ دنیا میں اسلامی احساسات اور جذبات بیدار ہو جائیں اور دنیا کے ہر گوشے میں یعنی ایشیا' افریقہ حتیٰ یورپ میں مسلمان اپنے اسلامی احساسات کو ظاہر کر رہے ہیں اور کسی نہ کسی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں' بعض کا تعلق حکومتوں کے خلاف سیاسی جدوجہد سے ہے اور بعض کا تعلق اصلاحی جدوجہد سے ہے۔ بہر حال مسلمان جدوجہد میں مصروف ہیں۔ یہ سب کچھ اسلامی جمہوریہ ایران' امام خمینیؒ اور اس قوم کی محنت و کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں سامنے آیا ہے۔ میرے علم میں ہیں کہ جنہوں نے عالم اسلام میں کسی تبلیغ کے بغیر فقط واقعات جنگ سے متاثر ہو کر مذہب

اگر اسلامی ایران' امریکہ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے تو امریکی ہر جہت سے آسودہ خاطر ہو جائیں گے۔ دنیا میں ہر جگہ کہیں گے کہ آپ لوگ کس لئے کوشش کررہے ہیں' آپ ایران کی طرح تو نہیں ہو سکتے' آپ ایران کے مرتبے تک تو نہیں پہنچ سکتے' آپ جو کچھ بھی کرلیں ایرانی قوم کی مانند اور ایرانی نظام کی مانند نہیں ہو سکتے۔ اور اس طرح کی شجاعت وبہادری اور عظمت وشوکت تو پیدا نہیں کر سکتے' دیکھو آخر کار وہ بھی مجبور ہو گئے اور مذاکرات کی میز پر بیٹھ گئے ہیں۔

اہلیت قبول کرلیا ہے۔ آپ نوجوان' آپ جنگی مجروحین اور آپ ایثار پیشہ افراد جو محاذ جنگ کی طرف جاتے تھے' دنیا میں یہی خبریں اسی شکل وصورت میں نشر ہوتی تھیں۔ یہ وہ مائیں ہیں جو نہایت شجاعت کے ساتھ استقامت کا مظاہرہ کرتی تھیں اور دلیری وبہادری کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس چیز نے دنیا کو سچا مسلمان کردیا' بعض مسلمانوں کو شیعہ کردیا' بہت سے مسلمانوں کو انقلاب' اور امام ملت ایران کا عاشق بنادیا اور اسلامی جذبات واحساسات سامنے آگئے۔ ان سب کی سمت اور ان سب کا محور ومرکز درحقیقت ملت ایران اور اسلامی جمہوری نظام تھا۔ اگر اسلامی ایران' امریکہ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے تو امریکی ہر جہت سے آسودہ خاطر ہو جائیں گے۔ دنیا میں ہر جگہ کہیں گے کہ آپ لوگ کس لئے کوشش کررہے ہیں' آپ ایران کی طرح تو نہیں ہو سکتے' آپ ایران کے مرتبے تک تو نہیں پہنچ سکتے' آپ جو کچھ بھی کرلیں ایرانی قوم کی مانند اور ایرانی نظام کی مانند نہیں ہو سکتے۔ اور اس طرح کی شجاعت وبہادری اور عظمت وشوکت تو پیدا نہیں کر سکتے' دیکھو آخر کار وہ بھی مجبور ہو گئے اور مذاکرات کی میز پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ لوگ اب کیا کہتے ہیں یعنی ملت ایران اور اسلامی جمہوری نظام کے جانے کے بعد اور امریکہ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے بعد' امریکہ عالم اسلام میں موجود کئی قسم کی جدوجہد اور مزاحمت کے سلسلے میں سکون کی سانس لینا شروع کردے گا؟ علاوہ ازیں ان لوگوں کے لئے مذاکرات کی بہت اہمیت ہے۔ بہت سے ممالک ایسے ہیں جن کی حکومتیں امریکی حکومت کی دوست ہیں۔ دوست ہونے کا مطلب امریکی حکومت کے زیر اثر ہونا ہے' امریکی حکومت کے سامنے دوزانو ہونا ہے' ان کے سیاسی موقف کا امریکی حکومت کے تابع ہونا ہے (اور پھر ہر جگہ اسی کا حکم چلے گا) یعنی فلاں سے رابطہ منقطع کرلو' فلاں کے ساتھ لین دین رکھو' فلاں کے ساتھ نہ رکھو' تیل کو یوں کرو' وغیرہ۔ آخر کار امریکہ کے سامنے جھکنے کا مطلب یہی ہے۔

رفتہ رفتہ ان حکومتوں کے ذہنوں میں جو خود کو امریکہ کے سپرد کئے ہوئے ہیں' یہ فکر پیدا ہو رہی ہے کہ اچھا اسلامی جمہوریہ ایران کے نام سے ایک حکومت ہے جو امریکہ کی کوئی پروا نہیں کرتی اور اس سے بالکل خوفزدہ نہیں اور امریکہ بھی اس کو کوئی قابل ذکر بھاری نقصان نہیں پہونچا سکا ہے' پس ہم امریکہ سے کیوں ڈرتے ہیں؟ یہ سوال' خود ان کی اصطلاح میں بہت سے تیسری دنیا کے اسلامی وغیر اسلامی ملکوں کے ذمہ داروں کے ذہنوں میں اس وقت موجود ہے اور اس نے امریکی مشینری کے لئے ایک بھاری مشکل کھڑی کررکھی ہے' وہ بیچارگی اور خود سپردگی کی صورت حال سے نکلتے چلے جارہے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ کی وجہ سے' کہ جناب اسلامی جمہوریہ امریکہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور امریکہ بھی کوئی اہم قدم ان کے خلاف نہیں انجام دے سکتا — پس پھر یہ کیوں شور وغل مچائے ہوئے ہیں؟

یہ لوگ بعض اوقات ویٹو جیسا قانون پاس کردیتے ہیں اور چند مہینوں بعد یہ قانون خود بخود منسوخ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم کیوں بلاوجہ خود کو معطل اور بیکار بنائے ہوئے ہیں اور امریکہ کے قیدی بن گئے ہیں!۔ امریکہ کے لئے بہت خطرناک ہے کہ کہیں اس کے ہمنوا اس کے اشاروں پر چلنے والی حکومتیں اپنے ذہنوں میں یہ فکر نہ بنالیں۔ امریکہ اس کے جواب کی تلاش میں ہے وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ ان کو دکھا سکے کہ دیکھا بالآخر یہ اقتصادی بائیکاٹ اور یہی دباؤ جو ہم نے اسلامی جمہوریہ کے خلاف استعمال کیا ہے (اس نے) آخر کار اسلامی جمہوریہ کو بھی تھکا دیا' اُسے مجبور کردیا کہ وہ بھی اپنے زانو ہمارے سامنے خم کردے' اور وہ مرکزیت جو اس نے قائم کررکھی تھی اور گردن اونچی کئے ہوئے تھا' جھکانے پر مجبور ہو گیا۔ یعنی امریکہ کے اندر یہ طاقت موجود ہے۔ (امریکہ) یہ بات اپنی مطیع ومنقاد حکومتوں کو سمجھانا چاہتا ہے کہ جی نہیں ایسا بھی نہیں ہے جو لوگ سوچ رہے ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ نہ رہ کر بھی نقصان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ جی نہیں' اسلامی جمہوریہ کو بھی آخر کار مجبور ہونا پڑ گیا!۔ اس مذاکرہ کے پروپگنڈہ کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ ایک اور نکتہ بھی ہے اور وہ بھی سبب بنا ہے کہ امریکیوں

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ مذاکرات کی افواہ پھیلا کر اعلان کریں کہ اسلامی جمہوریہ ایران نے بھی گھٹنے ٹیک دئے اور حکومت ایران بھی ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر بہر حال مجبور ہو گئی اور سر دست ہم سے مذاکرہ و گفتگو کی خواہاں ہے۔

کے لئے 'ایک بڑی طاقت ہونے کے عنوان سے (ایران کے ساتھ) مذاکرات حقیقتاً اہم ہیں۔ وہ یہ ہے کہ برسر پیکار دو بلاک جو آج ۱۹-۲۰ سال سے دنیا کے سیاسی میدان میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں ان میں ایک طرف استکباری بلاک ہے اور دوسری طرف اسلامی بلاک ہے۔ استکباری بلاک کی قیادت امریکہ کے ہاتھ اور اسلامی بلاک کی مرکزیت اسلامی جمہوری نظام کو حاصل ہے۔ اب تک وسعت و ترقی بھی اسلامی بلاک کے نصیب میں رہی ہے۔ یعنی آپ دنیا میں جس طرف بھی نگاہ ڈالیں گے دیکھیں گے کہ وہ ممالک کہ جن کے حکام بھی اسلامی تحریک اور حرکت کی مہک سے آشنا نہ تھے ان کے یہاں بھی اس ۱۹ سال کے دوران یہ صورت حال پیش آچکی ہے کہ وہ اسلامی حکومتوں کی تشکیل کے بارے میں کم از کم یہ سوچنے لگے ہیں کہ ان کے ملکوں میں بھی برسر کار آجائے۔ ترکی اپنے ایک انداز سے الجزائر ایک انداز سے 'دوسری جگہوں پر دوسرے انداز سے۔ یہ کہ یقیناً ان سب کے ساتھ یہ لوگ سختی سے پیش آئے ہیں لیکن یہ عوام کے احساسات کے ساتھ ٹکر نہیں لے سکتے' یا بعض عوام کے احساسات کے ساتھ تو اس طرح نہیں پیش آسکتے کہ جیسے مثلاً حکومت رفاہ کے ساتھ ترکی میں پیش آئے۔ دوسری حکومتوں کے ساتھ عوام کے احساسات اپنی جگہ برقرار ہیں' یہ برسر پیکار دونوں بلاک کہ جس میں استکباری بلاک ایک طرف اور اسلامی بلاک دوسری طرف ہے 'اب تک کی مقابلہ آرائی میں اوج و ترقی' اور کامیابی اسلامی بلاک کو نصیب ہوئی ہے' وہ ہمیشہ آگے بڑھا ہے' کہیں بھی استکباری بلاک کو پیش قدمی نہیں ملی ہے۔

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ مذاکرات کی افواہ پھیلا کر اعلان کریں کہ اسلامی جمہوریہ ایران نے بھی گھٹنے ٹیک دئے اور حکومت ایران بھی ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر بہر حال مجبور ہو گئی اور سر دست ہم سے مذاکرہ و گفتگو کی خواہاں ہے۔ در حقیقت وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ امریکی سامراج کے مقابلے میں آخر کار اسلامی بلاک ناکام ہو گیا' اسے پسپائی پر مجبور ہونا پڑا اور اس مقابلے میں استکباری بلاک کامیاب ہو گیا۔

وہ یہ بات بتانا چاہتے ہیں اور یہ مسئلہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ دشمن کامیاب ہو چکا ہے اسلام پسپائی پر مجبور ہو گیا ہے۔

وہ کہنا چاہتے ہیں کہ انقلابی اسلام اپنی بات سے پھر گیا' وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ اس ۱۹ سال کے 'ابتدائی دس برسوں میں امام خمینیؒ نے کہا تھا اور پھر اس کے بعد آٹھ نو سال کے دوران دوسرے ذمہ داران حکومت نے کہا اور ملت اپنی زبان سے کہنا چاہتی تھی' یہ ساری باتیں کنارے لگا دی گئیں اور فراموشی کے سپرد کر دی گئیں' وہ سب باتیں الٹ گئیں' کیونکہ امام خمینیؒ نے بارہا فرمایا تھا کہ ہم دشمن کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے' ہم دشمن کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ یہ افواہیں اسی مقصد کے تحت ہیں۔ بالآخر اس افواہ سے کہ اسلامی جمہوریہ ایران' امریکہ کے ساتھ مذاکرات کرنے اور بات چیت کی میز پر ایک ساتھ بیٹھنے یعنی استکبار کی نسبت اپنی باتوں اور دعووں سے دستبردار ہو جانے کے سلسلے میں جھک گیا ہے' امریکہ اس چیز سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا رہا ہے' پروپگنڈوں کا یہ بازار اسی لئے گرم کیا گیا ہے۔ لہٰذا باوجود اس کے کہ ہمارے محترم صدر جمہوریہ نے اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ "ہم مذاکرات نہیں کریں گے اور ہم کو مذاکرات کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے کہا کہ ہاں یہ مذاکرات کا مقدمہ اور تمہید ہے اور مذاکرات کے خواہشمند ہیں' مذاکرے کے لئے تیار ہیں' ہر ایک نے اپنے طور پر ایک بات کہی' دنیا میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

اچھا یہ تو تھا امریکہ کا مقصد جس کے لئے امریکہ کی خبر رساں ایجنسیوں نے یہ تمام شور مچا رکھا ہے۔ یہ بات تو واضح ہو گئی' اب سوال یہ ہے کہ ہمارا موقف کیا ہے؟ ہمارا موقف یقیناً بارہا بیان کیا جا چکا ہے' کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہم اب بیان کرنا چاہیں' بارہا امام خمینیؒ نے بیان فرمایا ہے' امام کے بعد بھی بارہا ہم نے' حکام

ہماری حکومت' دلیلوں پر استوار حکومت ہے' ہمارے قوانین بھی مدلل قوانین ہیں ہمارے معارف بھی مدلل معارف ہیں اور ہمارے سیاسی موقف اور فیصلے بھی دلیلوں پر استوار فیصلے اور مواقف ہیں۔

نے اور سیاست خارجہ کے ذمہ داروں نے اس سلسلے میں اپنی بات بیان کی ہے' اقدام کئے ہیں' گفتگو کی ہے۔ باتیں وہی ہیں' بڑی ہی محکم باتیں ہیں' ایسی باتیں نہیں ہیں کہ آج ہیں اور کل ان سے روگردانی اختیار کرلی جائے۔ پھر بھی مختصر طور پر میں اس کی وضاحت کردوں' ہمارے انقلاب کا موقف اور ہمارے اسلامی جمہوری نظام کا موقف یہ ہے کہ اولاً ہم جو بھی فیصلہ انقلاب کے لئے انقلاب کے بنیادی موقف کے عنوان سے کرنا چاہتے ہیں' دلیلوں کے ساتھ کرتے ہیں' اس کی عقل و منطق کے ساتھ مطابقت ضروری ہے۔ ہماری حکومت' دلیلوں پر استوار حکومت ہے' ہمارے قوانین بھی مدلل قوانین ہیں ہمارے معارف بھی مدلل معارف ہیں اور ہمارے سیاسی موقف اور فیصلے بھی دلیلوں پر استوار فیصلے اور مواقف ہیں۔ ممکن ہے ایک وقت کوئی ان مواقف کے بارے میں نعرے لگائے جس سے کوئی حرج نہیں ہے' لیکن اس نعرے کے پس پشت دلیل موجود ہے' برہان اور منطق ہے۔ ملت ایران نے ان اعتقادات کی راہ میں جنگ کی ہے' جہاد کیا ہے' شہید دئے ہیں' جنگی مجروحین پیش کئے ہیں' استقامت دکھائی ہے اور دنیا کے عوام کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے کہ ہمارے مواقف ان چیزوں کے تابع ہیں۔

اب میں تین مختصر عنوانوں کے تحت انشاء اللہ اپنی بات کہنے کی کوشش کرتا ہوں' بات کو مختصر کررہا ہوں: سب سے پہلے موجودہ صورت حال یعنی امریکہ سے تعلقات منقطع ہونے پر گفتگو کرتا ہوں' جو امریکہ کی روش و رفتار کا نتیجہ ہے۔ امریکی استعمار کی موجودہ کیفیت کا نتیجہ ہے اور درحقیقت ملت ایران کی مظلومیت کا نتیجہ ہے — یہ ہوئی پہلی بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات اور امریکہ کے ساتھ تعلقات میں ملت ایران کے لئے کوئی بھی فائدہ نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات اور امریکہ کے ساتھ تعلقات' ملت ایران کے لئے نقصان دہ ہیں۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے کہ یہ قطع تعلق امریکہ کے اپنے سلوک کی وجہ سے ہے تو اس کی تفصیل یہ کہ ہے حکومت امریکہ کی سیاست ۱۹۴۱ کے بعد سے ہمارے ملک میں آنا شروع ہوگئی۔ امریکی آہستہ آہستہ ہمارے ملک میں نفوذ کرتے گئے اور برطانویوں کی جگہ لیتے گئے۔ اس پورے ۲۷-۲۸ برس کے عرصے میں کہ جس میں امریکہ اس ملک میں مکمل طور پر اپنے قدم جما چکا تھا' جو کچھ بھی ایک مغرور اور سامراج حکومت کسی مظلوم قوم کے ساتھ توہین آمیز سلوک برائی اور ظلم و ستم کرسکتی ہے' اس نے اس ۲۷-۲۸ سال کے عرصہ میں ہماری قوم کے ساتھ کیا' مطلق العنان پہلوی حکومت کی تقویت کی' ہمارے ذمہ دار افراد کی توہین کی' ہماری قوم کی توہین کی' یہاں تک کہ اہل سیاست کو لے آئے اور اسی طرح کے بہت سے کام کئے' قومی حکومتوں کو ختم کردیا وغیرہ وغیرہ۔

واقعاً اگر کوئی انقلاب سے قبل کے ۲۷'۲۸ برس کے عرصے کے امریکی جرائم کو لکھنا شروع کردے تو ایک بھاری بھرکم کتاب بن جائے گی۔ انقلاب کامیاب ہوگیا۔ جب انقلاب کامیاب ہوگیا تو لوگوں نے جو کام کئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ ۲۱ اور ۲۲ بہمن کے روز امریکی سفارتخانہ میں گئے اور امریکیوں کو یرغمال بنالیا۔ انقلاب کے دنوں میں ہم جس جگہ پر موجود تھے وہاں ہم نے دیکھا کہ امریکیوں اور امریکی سفارتخانے کے عملے کو ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر وہاں لایا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ امام خمینیؒ ان کے لئے موت یا اس جیسی کوئی سزا تجویز کریں گے' لیکن سبھی کے تصور کے برخلاف امام خمینیؒ نے حکم دیا کہ ان سب کو آزاد کردیا جائے۔ پھر انہیں سفارتخانے پہنچادیا گیا' ان میں سے بعض امریکی البتہ ایران سے چلے گئے کیونکہ انہوں نے ایران کے حالات کو اپنے لئے مناسب نہیں سمجھا لیکن بعض امریکی ایران میں ہی رہ گئے۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی ہماری طرف سے امریکہ کے ساتھ رابطہ منقطع نہیں ہوا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی ملت ایران نے قوت و طاقت حاصل کرنے کے بعد' اپنی ماضی کی مظلومیتوں کو نظر

ان تمام کارروائیوں کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ امام خمینیؒ کے پیروکار مسلمان طلبہ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے سفارت خانہ پر قبضہ کر کے اس کے کارکنوں کو یرغمال بنالیا۔ یہ دراصل امریکہ کو ایرانی ملت کی طرف سے دی جانے والی سزا تھی۔

انداز کر دیا اور حکومت امریکہ کو معاف کر دیا اس سے بڑھ کر عظمت و بزرگی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہم ۳۰ سال تک امریکہ کے زیر ستم رہے لیکن اس عرصے میں امریکہ کا مقابلہ نہ کر سکے ہم رد عمل ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ وقت گزر گیا۔ اب جبکہ انقلاب کامیاب ہو گیا اور ملت ایران اقتدار میں آچکی تو اپنا رد عمل ظاہر کر سکتی ہے اور یہ ایک فطری بات تھی کہ ملت ایران اپنا رد عمل دکھائے۔ امام خمینیؒ نے حکم دیا کہ ان کو چھوڑ دو بہت امریکی چلے گئے اور کچھ یہیں پر باقی رہ گئے۔ امریکہ کے ساتھ ہمارے سیاسی تعلقات بدستور قائم تھے لیکن حکومت امریکہ نے انقلاب اور ملت ایران کی عظمت و بزرگی کو نظر انداز کر دیا۔ ابتدائی دنوں میں ہی جب امریکیوں کو چند دنوں کی مہلت ملی تو انہوں نے سفارتخانے کو اسلامی جمہوری نظام کے خلاف سازش کے مرکز میں تبدیل کر دیا۔ خود امریکہ میں بھی ایران کے خلاف اقدامات شروع کر دیئے گئے۔ امریکی پارلیمنٹ نے اس وقت ایک پست حرکت کی جس کے باعث ایران کے عوام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ تہران کے ایک علاقے میں بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور وہاں پر لوگوں نے امریکہ کے اس اقدام کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا۔ امریکہ نے پہلے روز سے ہی سازشیں اور غلط حرکتیں شروع کر دیں' اسلامی جمہوری نظام کے دشمنوں کو تلاش کر کے انہیں میدان میں آنے کی ترغیب دی اور بغاوت کے لئے راہ ہموار کی یعنی اس نے ماضی سے سبق نہیں سیکھا۔

ٹھیک ہے ان تمام کارروائیوں کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ امام خمینیؒ کے پیروکار مسلمان طلبہ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے سفارت خانہ پر قبضہ کر کے اس کے کارکنوں کو یرغمال بنالیا۔ یہ دراصل امریکہ کو ایرانی ملت کی طرف سے دی جانے والی سزا تھی۔ لیکن یہ امریکی جب بھی ایران اور امریکہ کی حکومتوں کی دشمنی کی تاریخ بیان کرنا چاہتے ہیں تو سفارت خانہ کے واقعے سے آغاز کرتے ہیں۔ خود میرا بھی جب انہوں انٹرویو لیا تھا۔ اس سال کہ جب میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے اپنی صدارت کے زمانے میں نیویارک گیا تھا تو نامہ نگاروں نے جو پہلا سوال مجھ سے کیا وہ سفارتخانہ کے متعلق تھا کہ جناب آپ نے ہمارے سفیروں کو پکڑ کر کیا حاصل کیا؟ حالانکہ تاریخ یہاں سے شروع نہیں ہوتی اس سے پہلے ہی اس کا آغاز ہو چکا تھا اگر آپ پہلے کے واقعات کا ذکر کریں تو وہ کہتے ہیں 'جناب یہ سب ماضی کی باتیں ہیں' انہیں بھول جانا چاہئے۔ ٹھیک ہے اگر یہ ماضی کی بات ہے تو کیا سفارت خانہ کا واقعہ ماضی کی بات نہیں ہے؟ اسے تو تم ہمیشہ ایک ایسی کارروائی کے عنوان سے پیش کرتے ہو کہ جیسے ہم نے تم پر حملہ کر دیا ہے؟ وہ اسے ہمیشہ ایسے ہی پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک جوابی کارروائی تھی جو ملت ایران کے انقلابی غم و غصہ سے وجود میں آئی تھی اور انہوں نے بڑی شرافت دکھائی تھی جوان کو قتل نہیں کیا' ورنہ اگر ہمارے جوان لاپروائی کرتے رعایت نہ کرتے تو غالباً انہیں وہیں فنا کر دیتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان کی جانوں کی حفاظت کی اور کچھ عرصے کے بعد بھی کہ جب انہوں نے امام خمینیؒ کے حکم کے مطابق انہیں پارلیمنٹ کے حوالے کیا وہ آزاد کئے گئے اور چلے گئے۔ اس واقعے کے بعد امریکی حملے' دھوکے' غداریاں اور بغاوت کے انتظامات کرنا' شہید نوژہ چھاؤنی میں بغاوت اور اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف اس طرح کے دوسرے بہت سے واقعات' ایک کے بعد ایک سامنے آنا شروع ہو گئے اور جاری رہے۔ یہاں تک کہ مسلط کردہ جنگ شروع ہو گئی' جنگ میں انہوں نے ایرانی ملت کے دشمن کو ہتھیار دئے حملہ کیا۔ وہ امور جن کی انجام دہی تمام ملتوں اور حکومتوں کے نزدیک جنگ میں شمولیت سمجھی جاتی ہے' یہ ہے کہ ایسے دو ممالک کی جو جنگ کی حالت میں ہوں' ان میں سے کسی کو ہتھیار دے یا فوجی وسائل دے' یا فوجی مشورے دے تو یہ درحقیقت جنگ میں شامل ہونا ہے۔ ہمارے خلاف جنگ میں وہ شامل ہوئے' اسے پوری طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایرانی ملت امریکہ کی انہیں حرکتوں اور اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے مقابل پوری طرح ڈٹ گئی

صہیونیوں کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ سنجیدگی سے حمایت کرنے والے امریکی ہی ہیں۔ کیا یہ بڑا جرم نہیں ہے؟ کیا یہ جرم کافی نہیں ہے؟ کیا یہ اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ ملت ایران کی مانند ایک حق طلب قوم کہے کہ ہم تم سے کوئی مطلب نہیں رکھتے، ہم تم کو مسترد کرتے ہیں، ہم تمہارے رویے کی مذمت کرتے ہیں، ملت ایران یہی بات ملت امریکہ سے کہہ رہی ہے——

ہے۔ میں نے گزشتہ سال کہا تھا کہ ہماری ملت اپنے امام امیر المومنین علیہ السلام کی طرح ہے۔ امیر المومنین دنیا کے مظلوم ترین صاحب اقتدار انسان تھے۔ امیر المومنین کی طاقت اور اقتدار کے برابر آپ کسی کو نہیں جانتے لیکن امیر المومنین سے زیادہ مظلوم بھی ہماری ملت کسی اور کو نہیں سمجھتی۔ ملت ایران اپنے امام کی طرح ہے۔ جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ کسی بھی ملت میں اس قدر نشاط، زندہ دلی اور اقتدار جیسا کہ ان دو دہائیوں کے دوران ایرانی قوم میں دیکھا گیا ہے، ہم نے اپنے زمانے میں اس طرح کی کوئی بھی ملت نہیں دیکھی۔ لیکن مظلوم ترین ملت بھی ایران کی ملت ہے۔ کس نے اس پر سب سے زیادہ ظلم کئے ہیں؟ شیطان بزرگ نے۔ جی ہاں! شیطان بزرگ نے۔ اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ تم ہمیں شیطان بزرگ کیوں کہتے ہو؟

اچھا شیطان نہ کہیں کیا! شیطانی حرکتیں کرتے ہو! شیطنت نہ کرو تو ہم تمہیں شیطان بزرگ نہیں کہیں گے۔ شیطنت کرتے ہیں، غداری کرتے ہیں، نقصان پہنچاتے ہیں، الزام لگاتے ہیں، اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں، استکباری چالیں چلتے ہیں پھر سب ٹھیک ہے؟! ملت ایران ایک زندہ ملت ہے، دوسری ملتوں کے ساتھ ایرانی ملت کا موازنہ کریں، ملت ایران اس طرح کی حکومت کے سامنے ڈٹ جانے کا حوصلہ رکھتی ہے، استقامت رکھتی ہے۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی ہے، تعلقات ختم کر دیتی ہے، اس کے ساتھ گفتگو نہیں کرتی، عالمی میدان میں اس کے غلط موقف کے مقابل اپنا موقف اختیار کرتی ہے——ایک تو ہوا یہ رخ۔

ایک دیگر رخ امریکہ کی عالمی پالیسیاں ہیں، امریکہ اس وقت غاصب صہیونی حکومت کا سب سے بڑا حامی ہے۔ صہیونیوں کی اس حکومت کا جو کہ دنیا کی بدترین سیاستوں کا مجموعہ ہے کیونکہ صہیونی حکومت، وہ حکومت ہے کہ جس نے ایک پوری قوم کو اس کے ملک سے باہر کر دیا ہے۔ کیا اس طرح کی چیز کا دنیا میں کہیں اور بھی سراغ ملتا ہے؟

تاریخ میں کہیں آپ نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ کوئی طاقت کسی ایک خاندان ایک شہری اور اس کے دس لاکھ باشندوں یا کسی ایک قوم کو اس کے ملک سے نکال باہر کرے اور جو لوگ ملک میں باقی رہ گئے ہوں اُن کو نہایت ہی کمزوری کے ساتھ سختیوں میں اور دباؤ میں رکھے اور خود ان پر حاکم بن جائے۔ کیا کوئی حکومت اس سے بھی زیادہ بدتر اور شرم ناک ہو سکتی ہے؟ اس کے بعد بھی اس ملت کے ساتھ نہایت دشمنی کے ساتھ پیش آ رہی ہے۔ ایسی دہشت گردی کہ جس کے بارے میں اسی انٹرویو میں کہا جا چکا ہے اور بہت ہی صحیح کہا گیا ہے کہ اس وقت سرکاری دہشت گردی کا مظہر صہیونیوں کی غاصب حکومت ہے۔ صہیونیوں کو یہ بات بہت زیادہ ناگوار لگی ہے مگر یہ بات بالکل صحیح ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے عوام کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہیں؟ فلسطینیوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے دیکھا ہے کہ لبنان کے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟

وہ لبنان کے دیہاتوں میں ہیلی کاپٹروں سے آتے ہیں اور وہاں کے ساکن انسانوں کا اغوا کرتے ہیں اور لے جاتے ہیں آخر اس طرح کی چیز دنیا میں کہاں پائی جاتی ہے؟!

صہیونیوں کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ سنجیدگی سے حمایت کرنے والے امریکی ہی ہیں۔ کیا یہ بڑا جرم نہیں ہے؟ کیا یہ جرم کافی نہیں ہے؟ کیا یہ اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ ملت ایران کی مانند ایک حق طلب قوم کہے کہ ہم تم سے کوئی مطلب نہیں رکھتے، ہم تم کو مسترد کرتے ہیں، ہم تمہارے رویے کی مذمت کرتے ہیں، ملت ایران یہی بات ملت امریکہ سے کہہ رہی ہے——یہ تھا پہلا موضوع۔

دوسرا موضوع یہ ہے کہ امریکہ کے ساتھ تعلق اور مذاکرہ میں ملت ایران کے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اُس ہفتے (ماہ رمضان کے پہلے جمعہ کے خطبے میں) عرض کیا کہ امریکی ایجنٹ اور پروپگنڈہ مشینریاں یہ پروپگنڈہ

ایسا نہیں ہے کہ ایرانی قوم کی مشکلات کا حل امریکہ کے ہاتھ میں ہو' یا وہ ایران کی راہ میں کوئی بڑی مشکل کھڑی کرسکے' اگرچہ وہ اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ خباثت انجام دے لیکن سارے کام تو اس کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔

کررہی ہیں کہ ملت ایران ایسی پریشانیوں سے دوچار ہے جن مشکلات کے حل کی شاید امریکہ کے ساتھ مذاکرات ہیں۔ تم نے کہا اور ہم نے مان لیا! ملت ایران کے لئے ان مذاکرات میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ البتہ نقصانات ہیں' جو میں بعد میں عرض کروں گا' لیکن فائدہ بالکل نہیں ہے۔

غلط ہے اگر کوئی یہ سوچے کہ اگر ہم نے مذاکرات کئے تو اقتصادی پابندیاں یا پھر ڈیماٹو قانون یا اور دوسری اسی قسم کی باتیں ختم ہوجائیں گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایران کے خلاف امریکہ کی ہر چال آخر کار ناکام اور کالعدم ہوگی۔ کیا یہ پہلی بار ہے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کررہے ہیں؟ کیا یہ پہلی بار ہے کہ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں؟ کیا یہ پہلی بار ہمارا اقتصادی بائیکاٹ کررہے ہیں؟ کیا پہلی بار یہ بات کہہ رہے ہیں [illegible] کہ ایران سے کوئی لین دین نہ کرو' یا فلاں معاہدہ [illegible] یہ پہلی بار تو نہیں ہے بلکہ وہ تو ہمیشہ ایسے ہی کام کرتے آئے ہیں۔ ان ۱۸ یا ۱۹ برسوں کے دوران ہم نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں اور جتنے بھی نمایاں کام ہماری حکومتوں نے ان چند برسوں میں کئے ہیں' وہ سب ایسے کام تھے کہ جنہیں امریکہ نہیں چاہتا تھا اور اگر وہ چاہتا تو گزشتہ سال اپنی کمپنیوں کے ساتھ ہماری گیس کمپنی کے معاہدے کو منسوخ نہ کرتا۔ پہلے تو اس کمپنی نے ہمارے حکام کو پیغام دیا کہ وہ اس بات سے پریشان ہیں اور پہلی فرصت میں اس معاہدے کو پھر سے بحال کرلیں گے۔ اس وقت امریکہ کی ایک مشکل یہی کمپنیاں ہیں جو خلیج فارس میں ہمارے تیل اور گیس کے مسائل اور کاموں میں سرمایہ کاری نہیں کرسکتیں۔ امریکہ کی تیل کمپنیاں بری طرح پریشان ہیں اور یہ صرف اسی وقت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ گزشتہ ایک سال سے مربوط ہے۔ انہوں نے حکومت پر دباؤ ڈالا ہے' مظاہرے کئے ہیں' قرار دادیں پاس کی ہیں' وہ حکومت امریکا پر دباؤ ڈال رہی ہیں۔ لہذا وہ امریکی ڈیماٹو قانون کو بڑی حد تک کمزور بنانے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ پس یہ واضح ہے کہ انہیں زیادہ ضرورت ہے۔

دوسرے یہ کہ جیسے ہی اس امریکی کمپنی نے گزشتہ سال ہماری گیس کمپنی کے ساتھ اپنے معاہدے کو منسوخ کیا' تھوڑے ہی عرصہ بعد فرانسیسی کمپنی ہم سے معاہدہ کرنے پر تیار ہوگئی۔ اس بات پر امریکیوں نے ایک ہنگامہ برپا کردیا کہ ایران کے ساتھ معاہدہ کیوں کررہے ہو؟ اس کے برخلاف 'حکومت فرانس بلکہ بعد میں یورپی برادری کھڑی ہوگئی اور کہا کہ ایران کے ساتھ یہ معاہدہ ضرور ہونا چاہئے اور امریکہ کو اس سلسلے میں 'اپنی بات منوانے پر زور نہیں دینا چاہئے۔

ایسا نہیں ہے کہ ایرانی قوم کی مشکلات کا حل امریکہ کے ہاتھ میں ہو' یا وہ ایران کی راہ میں کوئی بڑی مشکل کھڑی کرسکے' اگرچہ وہ اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ خباثت انجام دے لیکن سارے کام تو اس کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ دوسری جانب وہ اس طرح ظاہر کرنا چاہتا ہے' ملاحظہ کیجئے ان حکومتوں کو جن کے خلاف امریکہ کی وزارت خارجہ کے بقول امریکہ تادیبی کارروائی کررہا ہے چین کو تادیبی کارروائیوں کی دھمکی دیتا ہے' روس کو ایک دوسری طرح سے ترکی کو رفاہ پارٹی کے زمانے میں ایک اور طریقے سے وغیرہ وغیرہ کیا ان ممالک کے امریکہ سے تعلقات نہیں ہیں اور کیا وہ اس سے وہ مذاکرات نہیں کرتے؟ وہ تمام ممالک جن سے امریکہ سخت رویہ اپناتا ہے۔ ان کا سیاسی و اقتصادی میدانوں میں امریکہ سے رابطہ ہے' ایسا نہیں کہ امریکہ سے تعلقات یا امریکہ سے مذاکرات 'امریکہ کی دشمنی کو روک دیں گے۔ ایسے ممالک موجود ہیں جن کے سفارت خانے امریکہ میں اور امریکی سفارت خانے ان کے دارالحکومتوں میں کھلے ہوئے ہیں' کام کررہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ سیاسی اور سفارتی سطح کے دوستانہ تعلقات ہیں' لیکن امریکہ انہیں دنیا میں دہشت گردوں کی فہرست میں شامل ممالک کے عنوان سے پیش کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس وقت ان ممالک کا نام لوں۔ اچھا ہوگا کہ ان سب کو وزارت خانے اور ریڈیو ٹیلی ویژن کے ذریعہ ہمارے برادران 'عوام کو بتائیں اور ان سب چیزوں کو بیان کریں۔

یہ ہر ملت کی توانائی پر منحصر ہے، حکومت کی لیاقت پر منحصر ہے، ہماری عزت واقتدار پسندی پر منحصر ہے کہ ہم امریکہ کے مقابلے پر ڈٹ جائیں اور خود اپنے ملک کی مصلحتوں کے مطابق اقدام اور عمل کریں۔

یہ نہ سوچنے گا کہ اگر امریکہ سے رابطہ برقرار ہو گیا یا مذاکرات ہوئے تو پھر امریکہ کی جانب سے اسلامی جمہوریہ کو کچھ نہ کہا جائے گا۔ نہیں جناب! بہت سے ممالک امریکہ کے ساتھ رابطہ بھی رکھے ہوئے ہیں اور ان کے روابط بظاہر عالمی سطح پر اچھے 'دوستانہ اور مودبانہ ہیں لیکن ساتھ ہی امریکہ جہاں بھی ضروری ہوتا ہے ضرب لگا دیتا ہے' اقتصادی محاصرہ کرتا ہے' اور انہیں دھمکی دیتا ہے۔

امریکی سامراجی حکومت اپنی بات منوانے میں لگی رہتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ نہیں ہے کہ ان تعلقات سے ہمارے ملک کو کوئی فائدہ ہو۔ کہ اگر رابطہ نہ ہو یا مذاکرات نہ ہوں تو یہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور اگر ایسا ہو تو مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ نہیں' نہیں' وہ مشکلات کھڑی کرے گا۔ مذاکرات اور تعلقات نے اپنے ممالک کے لئے کوئی ایسا معجزہ نہیں دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ہر ملت کی توانائی پر منحصر ہے' حکومت کی لیاقت پر منحصر ہے' ہماری عزت واقتدار پسندی پر منحصر ہے کہ ہم امریکہ کے مقابلے پر ڈٹ جائیں اور خود اپنے ملک کی مصلحتوں کے مطابق اقدام اور عمل کریں۔

اب جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ پروپگنڈے موجودہ حالت میں کئے جا رہے ہیں' پہلے تو وہ ایک ایسا وقت تھا جبکہ حکومت امریکہ کے مقابلہ میں ایک ایسی حکومت تھی جو حالت جنگ میں تھی' ہم اس وقت جنگ میں الجھے ہوئے تھے' اس سے قبل وہ وقت تھا کہ جب ہماری حکومت وسائل و ذرائع کے لحاظ سے بہت کمزور تھی' وہ تو اس وقت بھی ہمارے خلاف کوئی اقدام نہ کر سکے' اور اس وقت بھی کوئی بنیادی نقصان نہ پہونچا سکے تو آج بحمد اللہ حکومت ایران ایک عزیز و مقتدر حکومت ہے اور ایران عالمی سطح پر ایک مقتدر اور عزیز ملک کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے' اسلامی کانفرنس تنظیم کا سربراہ ہے' بہت سی عالمی کانفرنسوں میں ایک قابل احترام رکن کی حیثیت رکھتا ہے' حکومتیں اس کا احترام کرتی ہیں' ملتیں اس کا احترام کرتی ہیں۔ آج ہم کس چیز سے ڈریں اور کیوں ڈریں؟ کیوں سوچیں کہ امریکہ کے ساتھ ان انیس برسوں میں جو صورتحال رہی ہے' اسے جاری رکھا تو ایسا ہو جائے گا' ویسا ہو جائے گا؟ وہ محتاج ہے' امریکہ کو ضرورت ہے' امریکہ کے پاس اب وہ دس سال اور پندرہ سال قبل والی قوت و طاقت بھی نہیں ہے۔

ایک زمانہ تھا' جب امریکی حکومت کی باتیں یورپ اور دوسری جگہوں میں محترم سمجھی جاتی تھیں اور اس کے ساتھ عزت کا سلوک ہوتا تھا۔ مگر آج تو ایسا نہیں ہے۔ آج امریکی سیاست اور خارجہ پالیسی کے اعتبار سے امریکیوں کا موقف نہایت ہی کمزور ہے۔ اس وقت وہ مضبوط پوزیشن میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی کمزوریوں کے باوجود اپنے سپر پاور ہونے کی ہیبت اور رعب کو ہمارے اور ایرانی قوم کے خلاف استعمال کریں!

تیسرا موضوع یہ ہے کہ امریکہ سے رابطہ رکھنا یا اس سے مذاکرات کرنا ایرانی قوم اور عالمی تحریک کے لئے نقصاندہ ہے۔ سب سے پہلا نقصان یہ ہے کہ امریکی اس میدان میں آتے ہی دنیا کو یہ باور کرانا شروع کر دیں گے کہ اسلامی جمہوریہ ایران — امام خمینی' جنگ' مقدس دفاع اور انقلاب کے دور کی تمام باتوں سے پھر گیا ہے اور اس نے ان باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ امریکی سب سے پہلے جس چیز کا دعویٰ کریں گے اور جو افواہ وہ دنیا میں پھیلائیں گے وہ یہ ہے کہ انقلاب ختم ہو گیا' انقلاب اختتام پذیر ہو گیا' جیسا کہ ابھی کچھ بھی نہ ہونے کے باوجود یہ باتیں سنائی دے رہی ہیں۔ کچھ دنوں قبل میں نے ایک ٹیلکس دیکھا جس میں ایک افریقی ملک کے سربراہ نے جس کے خلاف ہمارے حکام نے کچھ بات کہی تھی ایک انٹرویو میں کہا کہ ایران ایک زمانے تک امریکہ کی مخالفت کا دعویٰ کرتا رہا لیکن اب وہ امریکہ سے دوستی کرنے اور اس سے ہاتھ ملانے کی تمہید باندھ رہا ہے۔ ابھی جبکہ کچھ بھی نہیں ہوا تو اس طرح کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اسلامی جمہوریہ ایران اور اس کی حکومت کے خلاف کئے جانے والے پروپگنڈوں اور اڑائی جانے والی افواہوں سے پوری دنیا بھر جائے گی کہ ان لوگوں نے انقلاب سے روگردانی کر لی

آج امریکی سیاست اور خارجہ پالیسی کے اعتبار سے امریکیوں کا موقف نہایت ہی کمزور ہے۔ اس وقت وہ مضبوط پوزیشن میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی کمزوریوں کے باوجود اپنے سپر پاور ہونے کی ہیبت اور رعب کو ہمارے اور ایرانی قوم کے خلاف استعمال کریں!

ہے۔ یہ لوگ دنیا بھر میں اور محروموں کے سامنے اسلامی انقلاب کی عزت و آبرو کو اچھالیں گے۔ اس قسم کے پروپگنڈے والوں کو اسلامی انقلاب کے سلسلے میں ڈانواڈول کردیں گے۔ عالمی اسلامی تحریک کو زوال پذیر کردیں گے اور ایرانی قوم کی خود مختاری کو ان کے ہاتھوں سے چھین لیں گے۔ یہ قوم ۱۵۰ سال سے زیادہ عرصہ تک ناصر الدین شاہ قاجار کے دور حکومت کے اواسط سے لے کر اسلامی انقلاب کی کامیابی کے دن تک ہمیشہ غیر ملکی طاقتوں کے زیر سایہ اور ان کے تحت پستی رہی ہے۔ اگر گزشتہ حکمران ظالم اور ملعون تھے تو وہ برے تھے مگر وہ کم از کم ایران اور ایرانی قوم کی عزت کا تحفظ تو کرتے تھے' اغیار کی دھونس میں نہیں آتے تھے ناصر الدین شاہ قاجار کے دور کے اواسط اور اواخر سے ایران کے امور میں غیر ملکیوں کا نفوذ اور ان کی مداخلت شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ پہلوی دور آیا اور ایران پوری طرح سے اغیار کے ہاتھوں میں آگیا۔ رضا خان کو انگریز لائے تھے اور وہ ان کی مٹھی میں رہا اور جب انہوں نے رضا خان کو ہٹایا تو خود ہی محمد رضا کو لائے' وہ بھی پوری طرح سے انگریزوں کا پٹھو بنا رہا۔ کچھ برسوں بعد امریکی میدان میں کود پڑے اور وہ پارو ایرانی قوم' اس کا مستقبل' اس کا پیسہ اور تمام وسائل' اغیار کے ہاتھوں میں چلے گئے۔ ایرانی قوم نے اپنی اس خفت و اہانت کا انقلاب کے دوران ہمت سے جواب دیا۔

عزیزو! اسلامی انقلاب کا ایک پہلو وہ ضرب تھی جو وطن فروشوں' غداروں اور اغیار کے زر خریدوں پر لگائی گئی۔ اسلامی انقلاب درحقیقت غیر ملکی نفوذ کے مقابل ایرانی قوم کا غم و غصہ تھا۔ اس استقلال و خود مختاری کی راہ میں اس قدر خون بہنے کے بعد اس ملک پر مالکیت اور حاکیت کے دعویدار امریکی ہیں یعنی وہ خود کو اس ملک کا مالک سمجھتے ہیں۔ اب وہ اس ملک کے امور میں مداخلت کرنا مختلف میدانوں میں نفوذ پیدا کرنا اور انقلاب کے دشمنوں کو جمع کرنا شروع کریں تو کیا ایرانی قوم اس بات کی اجازت دے دے گی کہ ایسا کوئی بھی کام انجام دیا جائے؟ کیا ایرانی قوم' انقلاب' امام خمینیؒ اور اپنی عظمت و شوکت سے دستبردار ہو گئی ہے جو اس بات کی اجازت دے کہ اس ملک میں پھر سے امریکیوں کا اثر و رسوخ شروع ہو جائے۔ البتہ ہم نے یہ بات بارہا دہرائی ہے۔ میں نے بھی کہی ہے اور دوسرے مسئولین نے بھی کہ ہمارا مسئلہ امریکی حکومت سے ہے' امریکی قوم سے ہماری کوئی بحث نہیں ہے۔ امریکی قوم ہمارے مدمقابل نہیں ہے' امریکی قوم بھی دیگر اقوام کی مانند ہے۔ اس میں اچھائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی ہیں جو خود ان سے مربوط ہیں۔ مسئلہ امریکی حکومت کا ہے جو اسلامی جمہوری نظام اور ایرانی انقلاب و قوم کی دشمن ہے۔ اس بات کی میں نے بارہا تکرار اور وضاحت کی ہے اگرچہ وہ اس بات کو بیان کرنے میں اپنی مصلحت نہیں سمجھتے لیکن اصل مسئلہ یہی ہے۔ وہ آپ کی خود مختاری کے دشمن ہیں۔ آپ کے اسلام کے دشمن ہیں۔ آپ کی عزت کے دشمن ہیں' اپنی توسیع پسندی کے مقابل آپ کی استقامت کے دشمن ہیں' ان ساری چیزوں کو ختم کرنے کی بہت زیادہ کوشش کر رہے ہیں لیکن الٰہی قانون ان کی خواہشات کے برخلاف ہے۔ الٰہی قانون یہ ہے کہ آپ باقی رہیں' مضبوط بنیں اور کامیاب رہیں' انشاءاللہ آپ کامیاب بھی ہوں گے۔ ہمیں امریکیوں سے تعلقات رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ہمارے صدر مملکت نے بھی اس انٹرویو میں کہا اور دوسروں نے بھی بحمداللہ بہت اچھی طرح سے کہا۔ لہٰذا ہمیں امریکہ سے تعلقات رکھنے اور اس کے ساتھ مذاکرات کی بالکل بھی ضرورت نہیں ہے اور انشاءاللہ دشمنوں کی خواہشات اور امریکہ کے برخلاف' ایرانی قوم روز بروز ترقی و پیش رفت کے مراحل طے کرتی جائے گی۔

امام خمینی کی سیاسی زندگی

ایران کے سیاسی حالات

(مشروطہ سے رضاخان کے مظالم تک)

گزشتہ سے پیوستہ

از: محمد حسن رحمی

اس زمانہ میں جرمنی کی طاقتور حکومت کی زیادتیوں سے خائف برطانیہ اور روس کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور ان دونوں ممالک نے مسئلہ ایران کے ساتھ اپنے تمام باہمی اختلافات کو حل کرنا شروع کر دیا۔ اس معاہدہ کے بعد برطانیہ نے جو اب تک تحریک مشروطیت کی حمایت کر رہا تھا مشروطہ طلب جماعت کی طرفداری کرنا چھوڑ دی اور روس کو اس بات کی کھلی چھوٹ دے دی کہ وہ ایران کی نو تشکیل شدہ مشروطہ حکومت کا کام تمام کر دے کیونکہ نظام مشروطیت روس کے آزادی طلب اور انقلاب پسند عناصر کے لئے امید کی روشن کرن اور حکومت روس کے لئے ایک بڑا خطرہ تھا۔ ٹھیک اسی زمانہ میں ایرانی پارلیمنٹ کے بعض تندرو اراکین نے اپنی دہشت گردانہ حرکتوں کی وجہ سے محمد علی شاہ کو ایک مناسب بہانہ فراہم کر دیا کہ وہ ظالم قزاق فوجی افسروں کی مدد سے ایرانی پارلیمنٹ پر بمباری کے ذریعہ اسے تباہ و برباد کر ڈالے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس بمباری کے دوران کچھ اراکین مارے گئے کچھ زخمی ہوئے اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔ دلچسپ اور غور طلب بات یہ ہے کہ دہشت گردانہ حرکتوں میں ملوث 'شدت پسند اراکین پارلیمنٹ جو دوسروں کو حکومت کے خلاف بھڑ کایا کرتے تھے' اس بمباری کے دوران روپوش ہو گئے یا برطانوی سفارت خانہ کے اندر پناہ گزیں ہو گئے۔

غور طلب بات تو یہ ہے کہ انقلاب مشروطیت کی کامیابی اور پارلیمنٹ کی تشکیل کے کئی ماہ بعد بھی ایران کو امیدوں کے برعکس کوئی مفید عملی اقدام نظر نہ آیا بلکہ مسائل و مشکلات 'بے سروسامانی و مفلوک الحالی نیز بدامنی اور عدم سلامتی میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اس کے عوام نے یہ بھی دیکھا کہ اراکین مجلس کے درمیان تفرقہ واختلاف اور گروہ بندی کا بازار گرم ہے اور یہ لوگ عوامی فلاح و بہبود کے بجائے ذاتی مفاد و مصالح کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں لہذا ایرانی عوام 'پارلیمنٹ اور اس کے اراکین سے پوری طرح ناامید اور بے تعلق ہو گئے۔ چنانچہ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جب شاہی فوج نے پارلیمنٹ پر حملہ کیا تو ایرانی عوام کی طرف سے کوئی رد عمل دکھائی نہ دیا۔ یہ بات صرف تہران تک محدود نہ تھی بلکہ ایران کے دیگر شہروں میں بھی کسی نے کوئی احتجاج نہ کیا۔

شاہ 'شاہی دربار کے اعلیٰ حکام اور انقلاب مشروطیت کے مخالفین اس لڑائی میں ایک فاتح کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آ گئے اور ان لوگوں نے مشروطہ طلب افراد کے خلاف ظلم و ناانصافی کا بازار گرم کر دیا اور ایرانی عوام کی عزت و آبرو بھی خطرہ میں پڑ گئی۔ ان نام نہاد فاتحین نے ایرانی عوام پر بڑے مظالم ڈھائے۔ جب لوگوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ان کی عزت و آبرو اور ملکیت و زندگی ان مٹھی بھر لوگوں کے

ہاتھ کا کھلونا بن چکی ہے تو انہوں نے دفاعی کارروائی شروع کی۔ تبریز میں ستار خان اور باقر خان نے ظالم شاہی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے لوگوں سے یہ اپیل کی کہ وہ حکومت کی ظالمانہ راہ وروش کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ عوام نے ان کی اس احتجاجی اپیل کا پرجوش استقبال کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا شہر احتجاجی جماعت کے ہاتھوں میں آگیا۔ شاہ نے تبریزی عوام کی اس انقلابی تحریک کو کچلنے کے لئے ایک بڑا فوجی دستہ روانہ کیا کیونکہ اسے ڈر یہ تھا کہ حکومت کے خلاف بغاوت کی یہ آگ ایران کے دوسرے شہروں میں بھی بھڑک سکتی ہے۔ تبریز کے لوگوں نے اس ظالم شاہی فوجی دستہ کا بھرپور مقابلہ کیا جس کی وجہ سے حکومت اس احتجاجی تحریک پر غلبہ نہ حاصل کر سکی۔ دوسری طرف علمائے عراق (مثلاً آخوند خراسانی، مازندرانی اور تہرانی) اپنے جوشیلے بیانات اور انقلابی پیغامات کے ذریعہ لوگوں سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ شاہی مظالم کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ ان علماء کی نظر میں ظالم شاہی حکومت کا مقابلہ کرنا امام زمانہ (عج) کے ہمراہ دشمنان خدا کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ ان مذہبی علماء کے ان بیانات اور مذہبی احکامات نے انقلابی عوام کے حوصلوں میں غیر معمولی اضافہ کر دیا چنانچہ وہ حکومت کے خلاف اپنی انقلابی سرگرمیوں میں لگے رہے۔ جیسے جیسے ایران کے دوسرے شہروں میں انقلاب تبریز کی خبر پہونچی اور لوگوں کو علمائے عراق کے انقلابی پیغامات کا علم ہوا وہ لوگ بھی بڑے جوش وخروش کے ساتھ حکومت کے خلاف صف آرا ہونے لگے۔

برطانیہ اور روس کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ موجودہ صورتحال پر قابو پانا ایرانی حکومت کے بس کی بات نہیں ہے لہذا ان دونوں ملکوں نے مختلف پہلوؤں سے کام کرنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے ایک طرف تو شاہ ایران کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ انقلاب مشروطیت کو تسلیم کر لے۔ دوسری طرف ایک دھمکی آمیز مشترکہ بیان جاری کرتے ہوئے مشروطیت طلب علماء سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی انقلابی سرگرمیوں سے باز آجائیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ روسی فوج شہر تبریز کے اندر داخل ہو گئی اور شہر کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔

عوام نے ان کی اس احتجاجی اپیل کا پرجوش استقبال کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا شہر احتجاجی جماعت کے ہاتھوں میں آگیا۔

لیکن علماء بالخصوص آخوند خراسانی نے ان دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ مجاہدین تبریز کی حمایت کرنے کے لئے ایک جماعت کے ساتھ تبریز پہونچ کر انقلابی عوام کی قیادت ورہنمائی کریں۔ چنانچہ یہ علماء دسیوں ہزار مسلح اور غیر مسلح عراقی عوام بالخصوص اہل نجف کے ہمراہ ایران کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی برطانیہ اور روس کو علماء عراق کے اس شدید رد عمل کی خبر ملی تو ان لوگوں نے گیلان اور بختیاری کے دو نامور لوگوں کو جو در حقیقت ان بیرونی ممالک کے ایجنٹ تھے' اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ انقلاب مشروطیت کا پرچم لئے ہوئے آگے قدم بڑھائیں اور ایرانی عوام کی اس انقلابی تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور شمال وجنوب کے راستے سے تہران پر قبضہ کر لیں۔

ادھر عراقی علماء ہزاروں مسلح وغیر مسلح افراد کے ہمراہ نجف سے کربلا پہونچ چکے تھے جیسے ہی انہیں کربلا میں فتح تہران کی اطلاع حاصل ہوئی انہوں نے سفر تہران کا ارادہ ترک کر دیا اور سب لوگ نجف واپس چلے گئے اور فاتحین نے اقتدار کو آپس میں اس طرح تقسیم کر لیا کہ روسی اور برطانوی ایجنٹوں کے درمیان توازن برقرار رہے۔ "مجاہد" کے لقب سے مشہور ان حکمرانوں نے سب سے پہلے انقلاب مشروطیت کے مخالفین کی گرفتاری کا سلسلہ شروع کیا جس میں شیخ فضل اللہ نوری بھی شامل تھے۔ شیخ فضل اللہ نوری کو ایک ایسے عالم نما قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا جو فری میسن نامی برطانوی تنظیم سے وابستہ تھا۔ اس قاضی نے انہیں پھانسی کی سزا سنائی اور ۱۳ رجب ۱۳۲۷ ہجری یعنی یوم ولادت حضرت علی علیہ السلام کے موقع پر تہران میں واقع توپخانہ گراؤنڈ پر انہیں پھانسی دیدی گئی تاکہ ایرانی عوام آئندہ ان کی برسی کے سلسلے میں مجلس سوگ وعزا کا اہتمام نہ کر سکیں۔ دوسری طرف مظفرالدین شاہ کے ظالم صدر اعظم عین الدولہ کو' جو انقلاب مشروطیت کا سخت مخالف اور اکثر مجاہدین انقلاب کا قاتل بھی تھا' فاتح حکام اور افسروں کے سامنے پیش کیا گیا اور ان لوگوں نے نہ صرف معافی دیدی بلکہ اس کے ساتھ ایک یادگاری تصویر بھی کھنچوائی گئی!

حاج شیخ فضل اللہ نوری کی شہادت سے ایرانی عوام بالخصوص علمائے دین بہت متاثر ہوئے اور

پورے ملک میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ شیخ فضل اللہ نہ صرف یہ کہ تہران کے ایک نامور عالم دین تھے بلکہ شاہی حکومت کے خلاف تحریک تمباکو میں انہوں نے نمایاں خدمات بھی انجام دی تھیں۔ وہ تحریک مشروطیت کے آغاز سے پارلیمنٹ کی تشکیل تک اور اس کے بعد مجوزہ آئین کے سلسلے میں ہونے والے مباحثہ کے دوران دیگر علمائے دین کے ساتھ رہے اس کے علاوہ ایک نمایاں مجتہد کی حیثیت سے وہ اپنے حق وفریضہ سے بخوبی واقف تھے اور اپنی اجتہادی صلاحیت کی بنیاد پر ہی انہوں نے مجوزہ آئین کی غیر معمولی اسلامی دفعات کی مخالفت کی تھی اور اسے "بدعت" کہا تھا۔

بہر حال شیخ فضل اللہ نوری کی شہادت نے سب سے پہلے علماء عراق کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا کیونکہ یہ شہادت در حقیقت علماء دین کی بے حرمتی کا پیغام تھی۔ اس کے علاوہ نجف اشرف میں ایسے علمائے دین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو شیخ فضل اللہ کے ہم خیال تھے۔ ان لوگوں میں اس دور کے مرجع تقلید سید کاظم یزدی بھی شامل تھے جو بنیادی طور پر سیاست میں مداخلت کرنے سے پرہیز کیا کرتے تھے اور ایران و عراق وروس میں ان کے مقلدین ومعتقدین کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

واضح رہے کہ ابتدائی مرحلہ میں مشروطیت اور اس کے طرفداروں کے سلسلے میں علمائے عراق کے درمیان بڑی بدگمانیاں موجود تھیں چنانچہ شیخ فضل اللہ نوری کی شہادت نے علمائے دین کی بدگمانی کو یقین میں تبدیل کر دیا اور لوگوں کو ایک محدود دلیل مل گئی۔ دوسری طرف عراق کے جن مشروطہ طلب علماء نے شیخ کی شہادت پر سکوت وشرمندگی کا رویہ اختیار کیا' ان سے سوالات کی بھرمار ہو گئی اور بالآخر انہیں گوشہ نشین ہونا پڑا۔ دوسری طرف ایران سے حاصل شدہ اطلاعات سے یہ پتہ بھی چل رہا تھا کہ حقیقی مشروطہ طلب افراد کو طرح طرح سے پریشان کیا جا رہا ہے اور ان کی جان وعزت وآبرو خطرہ میں ہے۔

> شیخ فضل اللہ نوری کی شہادت نے سب سے پہلے علماء عراق کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا کیونکہ یہ شہادت در حقیقت علماء دین کی بے حرمتی کا پیغام تھی۔

حاج شیخ فضل اللہ نوری کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد تہران کے دوسرے اہم مشروطیت طلب عالم دین سید عبد اللہ بہبہانی کو ایک قاتلانہ حملے کے دوران شہید کر دیا گیا اور یہ پتہ چلا کہ اس قتل میں ایرانی پارلیمنٹ کا ایک ایسا ممبر ملوث تھا جو انقلاب مشروطیت سے قبل اپنی دین مخالف حرکتوں کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ اس خبر نے مشروطہ کے نئے ارباب اقتدار کے سلسلے میں علماء دین کی بدگمانیوں میں اور اضافہ کر دیا۔ چنانچہ ایران کے نائب السلطنت کے نام ایک ٹیلیگرام میں آخوند خراسانی اور عبد اللہ مازندرانی نے "بڑے قومی لیڈران اور دین پرست مجاہدین" کی جدوجہد کے سلسلے میں شکریہ ادا کرتے ہوئے حکومت وپارلیمنٹ میں موجود تخریب وفاسد عناصر کی موجودگی' ان کی مغرب پرستی اور اسلامی اصول وقوانین کے سلسلے میں ان لوگوں کی لاپرواہی پر اپنی ناراضگی وپریشانی کا اظہار بھی کیا۔

مجموعی طور پر ان اسباب وعوامل نے عراق میں ایسی صورتحال پیدا کر دی کہ مشروطیت طلب علماء کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی اور نوبت یہ آئی کہ نجف اشرف میں بھی' جو شیعہ علماء کی قدیم چھاؤنی اور مشروطہ طلب علماء کے اہم اور قسمت ساز فیصلوں کا مرکز تھا' علماء دین کی عزت وآبرو اور جان ومال محفوظ نہ تھی۔ طلباء اور عوام' جو بالعموم مشروطیت کے مخالف تھے اور جن کو صحیح اطلاع بھی نہیں ہوا کرتی تھی' مشروطہ طلب علماء کے خلاف تہمت لگانے سے باز نہیں آتے تھے اور یہ لوگ آخوند خراسانی جیسے نامور عالم دین پر بھی الزام عائد کرنے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے تھے۔

یہی وہ وقت تھا جب روس اور برطانیہ کی فوجوں نے شمال وجنوب سے ایران پر قبضہ کر لیا (۱۳۲۹ھ) شہر تبریز میں روسی افواج نے مشروطہ طلب عناصر کا قتل عام شروع کر دیا اور مقتولین میں ثقۃ الاسلام تبریزی جیسے صاحب عظمت عالم دین بھی موجود تھے۔ عراق پر بیرونی افواج کے قبضہ کی خبر سے علمائے عراق کے درمیان ایک بار پھر ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ اپنی ناراضگی کے باوجود ان لوگوں نے تہران جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ ایرانی عوام کی مدد سے غاصب فوج کو ملک کے باہر نکال سکیں اور انقلاب مشروطیت کے سایہ میں جن لوگوں نے اقتدار کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے' ان پر بھی نگاہ رکھ سکیں۔ عراق کے ہزاروں مسلح اور غیر مسلح افراد اور قبائل نے علماء نجف وکربلا کی اطاعت میں ایران جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سید کاظم یزدی اگرچہ عراق سے باہر تو نہیں نکلے لیکن انہوں نے اپنے ایک بیان میں ایران پر روسی اور برطانوی فوجی حملے کی سخت مذمت

ی۔ علمائے نجف کا یہ قافلہ ایران کی طرف روانہ ہونے کے لئے پوری طرح آمادہ تھا لیکن جس روز اس قافلے کی روانگی تھی اسی دن صبح کے وقت مشکوک حالات میں آخوند خراسانی کی موت واقع ہوگئی۔

اگرچہ خراسانی کی موت کی وجہ سے دیگر علماء کے فیصلے میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا اور وہ لوگ کاظمین کی طرف روانہ ہوگئے لیکن آخوند جیسی نمایاں شخصیت کے فقدان نیز ایرانی علماء اور حکمرانوں کی طرف سے ملنے والی مختلف اطلاعات کی وجہ سے وہ لوگ اپنے سفر ایران کو جاری نہ رکھ سکے اور اس طرح ایران کے سیاسی واقعات میں علماء کی براہ راست مداخلت اور مشروطیت کی صحیح قیادت کا دوسرا موقع بھی ہاتھ سے چلا گیا۔ ویسے تحریک مشروطیت میں اس دور کے مذہبی علماء سے اتنے عظیم کام کی امید بھی نہ کرنی چاہئے تھی کیونکہ ان لوگوں نے قدیم مذہبی روایات کے ماحول میں تعلیم حاصل کی تھی اور طالب علمی کے زمانے سے ہی ان کی مذہبی مصروفیات بالکل روایتی انداز کی تھیں اور وہ اپنی روایتی مصروفیتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنے فرائض کو انجام دیا کرتے تھے لہٰذا یہ بات ان روایتی علماء کے لئے کسی حد تک دشوار معلوم ہوتی تھی کہ مغرب سے تعلقات کے نتیجے میں ایران میں جو مسائل پیدا ہوگئے تھے انھیں وہ لوگ بخوبی سمجھ سکیں۔

سیاسی میدان سے علماء اور مذہبی رہنماؤں کی علیٰحدگی کی وجہ سے مغرب پرست اور نام نہاد مشروطہ طلب افراد نے ملک وملت کو اپنی ذاتی ہوس اور سامراجی طاقتوں کی مفاد پرست خواہشات کا شکار بنانا شروع کردیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ ستار خان جیسے حقیقی مشروطہ خواہ شخص کے وجود کو بھی تحمل نہ کرسکے اور فقط ستار خان ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھیوں کے خلاف شرمناک پروپگنڈوں کا بازار گرم کردیا تاکہ عوام کے درمیان ان کا کوئی اثر ورسوخ باقی نہ رہ جائے۔ سماج میں اچھی طرح بدنام کرنے کے بعد ان لوگوں نے ستار خان پر بھی قاتلانہ حملہ کردیا اور اس حملے کی وجہ سے وہ ایک مدت تک بستر بیماری پر پڑے رہے اور بعد میں انتہائی غم انگیز حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔

اس طرح ایرانی عوام کی عدالت پسندانہ تحریک میں بنیادی کردار ادا کرنے والی مذہبی اور قومی شخصیتیں دھیرے دھیرے اس تحریک سے کنارہ کش ہوگئیں، جس کے نتیجے میں انقلاب دشمن افراد وعناصر نے اس انقلاب پر غلبہ حاصل کرلیا۔ پس یہ بات قطعی حیرت انگیز نہیں ہے کہ انقلاب مشروطیت کی کامیابی سے قبل مظفر الدین شاہ کا صدر اعظم عین الدولہ جو مشروطہ طلب لوگوں کا جانی دشمن تھا اور جس نے محاصرہ تبریز کے دوران بیرونی فوجوں کا اعلانیہ ساتھ دیا تھا، دس سال کا وقفہ گزرنے کے بعد مجلس شوریٰ ملی یعنی پارلیمنٹ کے ذریعہ دوبارہ صدر مملکت کا عہدہ حاصل کرلیتا ہے۔

وقت کی رفتار کے ساتھ انقلابی جوش وخروش میں کمی آتی چلی گئی اور دھیرے دھیرے ملک

شہید شیخ فضل اللہ نوری۔ سید عبداللہ بہبہانی

سید محمد طباطبائی

میں سیاسی گڑبڑی' سماجی اختلافات اور اقتصادی مفلوک الحالی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا رہا۔ ملک کی اقتصادی حالت میں اصلاح وسدھار کے بجائے اور زیادہ خرابی پیدا ہوگئی۔ ملک کے اکثر صوبوں میں علاقائی بغاوت شروع ہوگئی اور صوبائی حکام نے مرکزی حکومت سے علٰحدگی اختیار کرنا شروع کردیا اور معاشرہ میں امن وسلامتی نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی۔ روس اور برطانیہ نے بھی پورے ایران میں پھیلی ہوئی گڑبڑی ومفلوک الحالی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک وملت پر اپنے ناجائز اثر ورسوخ میں غیر معمولی اضافہ کرنا شروع کردیا۔

امام خمینیؒ ۲۰ سال کی عمر میں (بائیں طرف) اپنے بڑے بھائی مرحوم آیت اللہ پسندیدہ کے ہمراہ۔

اسی زمانہ میں پہلی جنگ چھڑ گئی۔ درحقیقت یہ جنگ ایرانی عوام کے سر پر بجلی کی طرح گری اور ان کی مصیبتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ حکومت ایران میں اتنادم نہ تھا کہ وہ ملک کے سیاسی استقلال کی حفاظت کرسکے۔ اگرچہ ایک مدت کے بعد اس حکومت نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان تو کردیا تھا لیکن جنگ میں سرگرم روسی' برطانوی اور عثمانی حکومتوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اپنی فوجیں ایران میں داخل کردیں اور ایک دوسرے کے خلاف جنگی کارروائی میں مشغول ہوگئے' ملک کے ماہرین سیاست اور قوم پرست افراد کے سامنے فقط یہی ایک راستہ باقی رہ گیا تھا کہ وہ تہران سے ہجرت کرکے ملک کے مغربی حصہ میں چلے جائیں اور ایک عارضی حکومت کی تشکیل کرکے جرمنی اور ترکی کے ساتھ تعاون کا اعلان کردیں۔ لیکن ان لوگوں کی اس سیاسی تحریک سے بھی ایرانی عوام کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس عالمی جنگ کا نتیجہ کچھ بھی ہوا ہو لیکن ایرانی عوام کو ویرانی ومفلوک الحالی کے علاوہ کچھ نہ ملا اور اس ملک میں ہر طرف قحط' بھوک اور بیماری کا بول بالا ہوگیا۔ اس کے علاوہ مقامی گڑبڑی نیز ملک کے ہر گوشہ میں بیرونی فوجوں کی موجودگی کی وجہ سے استقلال وآزادی کا بظاہر خاتمہ ہوچکا تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے آخری زمانہ میں روس میں انقلاب رونما ہوا اور متعدد داخلی وخارجی مسائل ومشکلات نیز ملک میں رونما ہونے والی جدید صورتحال کی وجہ سے روس میں اب اتنادم نہ رہ گیا تھا کہ وہ پہلے کی طرح ایران کے معاملات میں مداخلت کرے لیکن یہ تاریخی اور سنہری موقع بھی ایرانی حکومت اور عوام کے حق میں مفید وکارآمد ثابت نہ ہوا کیونکہ برطانوی فوجوں نے فوری طور پر پورے ملک پر اپنا فوجی اور سیاسی تسلط قائم کرلیا۔ ان لوگوں نے روس کی نئی حکومت کی نابودی وسرنگونی کے لئے دو ہتھکنڈے ایک ساتھ استعمال کئے۔ پہلے ایران میں تعینات روسی فوج کو جو بالعموم سابقہ حکومت کی طرفدار تھی' اپنے ہاتھوں میں لیکر اسے روس کی موجودہ عوامی اور انقلابی فوج کے مقابلے کے لئے بھیج دیا اور دوسرے مرحلے میں ایران کی نام نہاد کمیونسٹ تنظیموں کی تشکیل کرکے انہیں روس کی سیاسی اور فوجی تنظیموں کے اندر رخنہ اندازی کے لئے مقرر کردیا۔

ایسی صورتحال میں برطانیہ نے یہ منصوبہ تیار کیا کہ ایران میں اپنی پسندیدہ حکومت قائم کرکے ایران میں اپنی فوجی اور سیاسی موجودگی کو قانونی حیثیت عطا کردے۔ لہٰذا ۱۹۱۹ء میں ایران میں وثوق الدولہ کی کابینہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ وہ مشروطیت طلب افراد کی نظر میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ' آزادی پسند اور صاحب مہارت سیاستداں سمجھا جاتا تھا۔ اس کابینہ کی تشکیل کے ایک سال بعد حکومت برطانیہ نے وثوق الدولہ کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کئے جس کو "معاہدہ ۱۹۱۹" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کے بموجب فوجی' اور مالی سسٹم سے متعلق جملہ امور

> ادھر عراقی علماء ہزاروں مسلح وغیر مسلح افراد کے ہمراہ نجف سے کربلا پہونچ چکے تھے جیسے ہی انہیں کربلا میں فتح تہران کی اطلاع حاصل ہوئی انہوں نے سفر تہران کا ارادہ ترک کردیا اور سب لوگ نجف واپس چلے گئے اور فاتحین نے اقتدار کو آپس میں اس طرح تقسیم کرلیا کہ روسی اور برطانوی ایجنٹوں کے درمیان توازن برقرار رہے۔

برطانوی مشیروں کے سپرد کردئے گئے تھے۔ دوسری عبارت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس معاہدہ نے ایران کو برطانوی نوآبادیاتی نظام کا حصہ بنادیا تھا۔

چنانچہ داخلی اور خارجی سطح پر اس معاہدہ کی بھرپور مخالفت ہوئی۔ ملک کے اندر بعض اراکین پارلیمنٹ مثلاً سید حسن مدرس جیسے لوگوں نے کافی بڑے پیمانے پر ایرانی کابینہ کو بے نقاب کرنا شروع کردیا ملک کے غیر معمولی جانبدار اور برطانیہ مخالف اخباروں اور رسالوں نے اس شرمناک معاہدہ کی وجہ سے وثوق الدولہ کا خوب مذاق اڑایا۔ آذربائیجان میں شیخ محمد خیابانی اور گیلان میں میرزا کوچک خان جنگلی نے اس معاہدہ کے خلاف انقلاب برپا کردیا۔ حکومت نے مخالف افراد کی گرفتاری اور مخالف اخباروں ورسالوں پر سخت پابندی لگادی پھر بھی معاہدہ کے خلاف عوامی احتجاج میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ بیرونی سطح پر برطانیہ سے سامراجی رقابت رکھنے والے ممالک مثلاً روس، امریکہ اور فرانس نے اس معاہدہ کی زوردار مخالفت کی اور نو تشکیل شدہ "اقوام متحدہ" نے بھی سرکاری طور پر اس معاہدہ کو تسلیم نہ کیا۔

وسیع اور شدید اختلافات اور مخالفتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے وثوق الدولہ نے معاہدہ کی عملی تعمیل کو روک دیا اور لازمی منظوری کے لئے اسے مجلس یعنی پارلیمنٹ کے سپرد کردیا۔ تیرہ سال بعد رونما ہونے والے اس واقعہ سے اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے کہ ایسے بحرانی حالات میں ملک کی باگ ڈور سنبھالنے والے فاسد وخائن حکمرانوں نے تحریک مشروطیت کو کس حد تک منحرف کردیا تھا۔

بہرحال وثوق الدولہ کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارۂ کار باقی نہ رہ گیا تھا کہ حکومت سے مستعفی ہوجائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مشیر الدولہ نامی شخص 'جو سماج میں نیک نام مگر نہایت مصلحت اندیش تھا' اس کا جانشین مقرر ہوا لیکن ملک کے مسائل کا حل تلاش کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی لہذا قبل اس کے کہ مشکلات اس پر غالب ہوجائیں اس نے خود ہی استعفی دیدیا۔ واضح رہے کہ انقلاب مشروطیت کے بعد قومی رہنماؤں کی نظر بحرانی اور حساس سیاسی ماحول میں "استعفی" ایک بہترین حل تھا کیونکہ ان لوگوں کو ملکی مفاد ومصالح کے مقابلے میں اپنی ذاتی حیثیت وشان وشوکت زیادہ عزیز تھی' اسی وجہ سے جب بھی انہیں اپنی حیثیت خطرہ میں نظر آتی' وہ فوری طور پر استعفی دیدیا کرتے تھے، مشیر الدولہ کے مستعفی ہونے کے بعد کمانڈر جنرل فتح اللہ خان تنکابنی نے صدارت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے لی لیکن اس میں بھی اتنی صلاحیت نہ تھی کہ ملک کے مسائل حل کرسکے۔

عالمی جنگ کے خاتمہ کے دو سال بعد نیز ملک سے روسی فوجوں کے نکل جانے کے بعد لوگوں نے امید لگا رکھی تھی کہ اب مفلوک الحالی وبے سروسامانی' فقر وگرسنگی اور تباہی وبربادی کا دور ختم ہوجائے گا لیکن مسند اقتدار پر ایران والے حاکموں میں اتنا دم نہیں تھا کہ وہ ایرانی عوام کی امیدوں کو پورا کرسکیں۔ یہی وجہ تھی کہ فقط عوام ہی نہیں بلکہ ایران کے سیاسی ماہرین بھی یہ سمجھ چکے تھے کہ ملک کی فلاح وبہبود ان حکمرانوں کی صلاحیت سے باہر ہے لہذا سبھی لوگ کسی ایسے حادثہ کا انتظار کررہے تھے جو موجودہ صورت حال کو دگرگوں بنادے' مختصر لفظوں میں یہ سمجھ لیجئے کہ ماہرین سیاست کو فوجی بغاوت اور عوام کو نجات وسلامتی کی فکر دامنگیر تھی۔

حوالے

۱۔ احمد کسروی' تاریخ مشروطہ ص ۳۰۰-۷

۲۔ دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ص ۱۵۱ و ۱۵۲ "آخوند خراسانی"

عراقی بحران کے سلسلے میں خطبہ نماز جمعہ کے دوران تشخیص مصلحت نظام کے سربراہ

آیت اللہ علی اکبر ہاشمی رفسنجانی کا خطاب

موجودہ بحران عراق ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جس کے بارے میں گفتگو کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے لہذا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں مسئلہ سے تعلق رکھنے والے دونوں گروہوں کے سلسلے میں لازمی وضاحت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ درحقیقت اس بحران سے وابستہ دونوں گروہ اسلامی انقلاب اور اسلامی جمہوری نظام کے دشمن ہیں۔ ان میں ایک طرف عراق پر حکمراں بعث پارٹی ہے اور دوسری طرف امریکہ و برطانیہ اور ان کے بعض دوست ممالک ہیں۔ اور ان کے درمیان ملت عراق ہے جو بڑی مشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔ ہمیں تشویش ہے کہ کہیں یہ حادثے ان کے رنج و مصائب اور غم و آلام میں اضافہ کا باعث نہ ہو جائیں۔ اور انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ یہ ماضی میں رونما ہونے والے حالات کا تسلسل ہے لیکن دیکھنے کی اصل بات یہ ہے کہ بنیادی طور پر مسئلہ کیا ہے اور دونوں فریق کون ہیں؟ کیا یہ مسئلہ خود انہیں فریقین کی ایجاد نہیں ہے جس کے لئے دونوں ایک دوسرے سے دست و گریباں نظر آ رہے ہیں۔ جی ہاں! یہ وہی اہم مسئلہ ہے کہ جس کے خلاف ہم نے آٹھ سال آواز بلند کی ہے اور کانوں کے بہرے عالمی سامراجی استکبار نے ظاہری اعتبار سے ہماری بات نہیں سنی البتہ ممکن ہے کہ باطن میں بھی ایسا ہی ہو۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ امریکیوں کا یہ کہنا ہے کہ سلامتی کونسل کی قرارداد کے مطابق صدام کے پاس عام تباہی پھیلانے والے 'کیمیاوی و جراثیمی اسلحہ اور دور مار میزائل موجود نہیں ہونے چاہئیں۔ بعبارت دیگر وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت عراق اور بعث پارٹی نے سلامتی کاؤنسل کی قرارداد پر عمل در آمد نہیں کیا ہے کہ وہ اس طرح کے تمام مہلک اسلحے جو عراق میں موجود ہیں' بہر حال مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس وقت حکومت عراق کے پاس یہ چیزیں ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کتنی مقدار میں ہیں' میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا' میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ وہی چیزیں ہیں جن کے بارے میں کبھی ہم تم سے کہا کرتے تھے کہ عراق کو یہ مہلک اسلحے نہ دو لیکن تم نے یہ چیزیں اسے فراہم کیں' یہ وہی کیمیاوی ہتھیار ہیں جسے عراق نے محاذ جنگ پر ہمارے خلاف بار بار استعمال کیا ہے اور جزیرہ مجنوں میں وسیع پیمانے پر استعمال کیا اور اس کے بعد جزیرہ فاؤ میں تین ہزار کیمیاوی بم ہماری فوج پر گرائے گئے حلبچہ میں تو بربریت کی انتہا ہو گئی تھی وہاں استعمال کئے جانے والے کیمیاوی اسلحے اس قدر خطرناک تھے کہ ہم نے اس وجہ سے کہ ان مناظر کو دیکھ کر کہیں ہمارے عوام کا حوصلہ پست نہ ہو ہم نے وہاں کے مناظر پر مشتمل بہت سی فلمیں عوام کو نہیں دکھائیں البتہ میں نے جنگ بندی کے بعد خود ان مناظر کا مشاہدہ کیا ہے۔

ہم نے غیر معمولی طور پر ایک نہایت کامیاب آپریشن میں پہاڑیوں سے گزر کر حلبچہ کے علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیابی حاصل کی اور دربند یجان بند کی پشت پر پہنچ گئے ہماری اس پیش قدمی سے حکومت عراق ڈر گئی کیونکہ یہ بند' غیر معمولی فوجی اہمیت کا حامل تھا' کئی ارب مربع میٹر پانی ہمارے قبضے میں آچکا تھا جو اس کے لئے نہایت خطرناک تھا' لہذا خوفزدہ حالت میں اس نے اس اسلحے کو استعمال کیا' میں اس کے ایک دو دن بعد حلبچہ گیا اور وہاں پر موجود لوگوں سے اس کے متعلق بات چیت کی تو معلوم ہوا کہ اس ہتھیار کو نہایت بھیانک انداز میں استعمال کیا گیا ہے زہریلہ مادہ ہوا کی مدد سے فضا میں چاروں طرف پھیلتا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ بڑے پیمانے لقمہ اجل بن رہے تھے' جو گھر سے نکلتا تھا چوکھٹ

ہی کر جاتا تھا جو لوگ سڑک پر تھے' وہیں ختم ہوتے جارہے تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ ان جراثیم کا شکار ہونے والوں کو ہم نے تمام یورپی ممالک میں علاج کے لئے بھیجا تاکہ انہیں اسپتالوں میں لوگ دیکھیں البتہ جن لوگوں نے صدام کو یہ اسلحے فراہم کئے ہیں' انہوں نے اپنی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ کئی سال کے بعد مثال کے طور پر آسٹریلیا نے حلبچہ کی فلم دکھائی ہے یا جرمنی نے بھی ایسا ہی کیا۔

صدام کو یہ زہریلے مادے کس نے فراہم کئے ہیں؟ میزائل یہی تھے۔ عراق ان ہی میزائلوں کو استعمال کرتا تھا جب بھی وہ محاذ جنگ پر شکست کا منہ دیکھتا تھا' ہمارے شہروں پر دور مار میزائل برساتا تھا۔ ہم نے ہمیشہ اور ہر موقع پر دنیا اور عالمی برادری سے شکایت کی لیکن کسی نے ہماری بات پر کان نہ دھرا۔ واضح رہے کہ آج جن ایٹمی اسلحوں کا مسئلہ درپیش ہے وہ اسلحے عراق کو کس نے فراہم کئے ہیں؟ انہیں فرانس نے تو نہیں دیا؟ جرمنی نے نہیں دیا؟ غور طلب بات ہے کہ آج جن اسلحوں کی بات کی جارہی ہے وہ عراق کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ اسی طرح دوسری خطرناک چیزیں جنہیں پیش کیا جارہا ہے' جراثیمی اسلحہ تو واقعی خطرناک ہے مثال کے طور پر اگر کوئی میزائل کو کسی شہر پر داغ دے جہاں وہ پھٹ جائے تو وہاں رہنے والوں کا کیا حال ہوگا یا طاعون کے جراثیم والے میزائلوں کے متعلق بھی اسی طرح کیا جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

صدام کو یہ زہریلے مادے کس نے فراہم کئے ہیں؟ میزائل یہی تھے۔ عراق ان ہی میزائلوں کو استعمال کرتا تھا جب بھی وہ محاذ جنگ پر شکست کا منہ دیکھتا تھا' ہمارے شہروں پر دور مار میزائل برساتا تھا۔ ہم نے ہمیشہ اور ہر موقع پر دنیا اور عالمی برادری سے شکایت کی لیکن کسی نے ہماری بات پر کان نہ دھرا۔

آج تم لوگ خود ہی اپنی خبروں میں یہ سب کہہ رہے ہو کل تو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ آج برطانوی حکمران اس سے پردہ اٹھا رہے ہیں اور اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ اس ملک نے طاعون اور انتھریکس کے جراثیم پھیلانے والے بعض خطرناک مادے عراق کو دیئے' جرمنی کی عدالتوں میں اس وقت ساٹھ سے زائد ایسے کیس موجود ہیں کہ جن کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے' یہ سارے کیس ان لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے ممنوعہ اسلحے یا غیر قانونی ایٹمی' کیمیاوی یا جراثیمی مواد عراق کو فراہم کئے ہیں۔ خود امریکہ میں بھی ایسے بے شمار کیس موجود ہیں جو وہاں کی کمپنیوں کی طرف سے عراق کو اس طرح کے مادے فراہم کرنے کے بارے میں ہیں

جس زمانے میں ہم جنگ میں الجھے ہوئے تھے اس وقت ان ممالک کی ترجیحات اسلامی انقلاب کو کچلنا تھیں جب یہ لوگ اس طرح کے اسلحے صدام اور بعث پارٹی کو سپلائی کررہے تھے' اس وقت بھی ہم نے تاکیدی طور پر ان لوگوں سے یہ مطالبہ کیا تھا اور کتنا چیختے چلاتے تھے کہ ایسا نہ کرو۔ میں نے اس وقت خطبہ نماز جمعہ کے دوران اسی جگہ سے مغربی حکومتوں کو متنبہ کیا تھا کہ تمہاری موجودہ روش اور وسیع مقدار میں حکومت عراق کو کیمیاوی اسلحے فراہم کرنا' ایک مہلک اور غیر انسانی حرکت ہے۔ تم لوگوں کو کیا یہ نہیں معلوم تھا کہ تم جو یہ روش اختیار کیے ہو اس کے نتیجے میں کچھ برسوں بعد یہ کیمیاوی اسلحے ہر دہشت گرد کے سوٹ کیس سے برآمد ہوں گے اور وہ جہاں چاہے گا اسے استعمال کرے گا۔ چنانچہ آج ہی یہ خبر تھی کہ امریکہ میں دو ایسے افراد کو گرفتار کیا گیا ہے جن کے پاس ایک ایسا خطرناک مادہ موجود تھا جس سے ایک پورے شہر کو آلودہ کرنا ممکن تھا۔

پس اس مسئلہ کی ایجاد انہیں ملکوں نے کی ہے جو آج ہر سطح پر ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں۔ درحقیقت یہ متکبر اور مستکبر حکومتیں اپنے کسی حریف و مخالف کو کمزور بنانے کے لئے یا کسی ملک و قوم کو اپنے ہتھکنڈوں میں گرفتار کرنے کے لئے کوئی بھی غیر قانونی اور غیر انسانی قدم اٹھانے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ اس طرح کے جرائم سے آلودہ ہیں۔ اب یہ عراق سے یہ چیزیں چھیننے چلے ہیں۔ ٹھیک ہے اس سلسلے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یقیناً عراق سے اس طرح کے اسلحے لے لینے چاہئیں ہم بھی اس بات پر بالکل رضامند

نہیں ہیں کہ بعث پارٹی کے پاس بھیانک ہتھیار ہیں اور جو کچھ اس نے ہمارے ساتھ کیا ہے' دوسروں کے ساتھ بھی کرے۔ اس کی تو کوئی بھی موافقت نہیں کرتا لیکن بنیادی بات کا تعلق خود ان سے ہے۔ یہ لوگ نہ آج نیک نیت ہیں اور نہ کل تھے۔ آخر جرمنی اس وقت اس طرح کے اسلحے عراق کو کیوں فراہم کر رہا؟ اور اب وہی امریکہ کے ساتھ مل کر عراق کے خلاف لڑنا چاہتا ہے! تم نے خود ہی اسے اس طرح کے اسلحے دیئے ہیں اور اس طرح کی صورت حال پیدا کی ہے۔ حقیقتاً اگر ایک منصفانہ عدالت ہوتی' اگر ایک انصاف پسند عالمی کمیشن ہوتا اور اس مسئلہ پر تحقیق کرتا تو جنگی مجرموں کا پتہ چل جاتا۔ کیا جنگی مجرم صرف یہی عراقی ہیں کہ جو قانونی اور ممنوعہ اسلحے استعمال کرتے رہے ہیں؟

کیا وہ لوگ کہ جنہوں نے ماہرین روانہ کئے اور اس طرح کے ہتھیار فراہم کئے' وہ مجرم نہیں ہیں؟

> جس زمانے میں ہم جنگ میں الجھے ہوئے تھے اس وقت ان ممالک کی ترجیحات اسلامی انقلاب کو کچلنا تھیں جب یہ لوگ اس طرح کے اسلحے صدام اور بعث پارٹی کو سپلائی کر رہے تھے' اس وقت بھی ہم نے تاکیدی طور پر ان لوگوں سے یہ مطالبہ کیا تھا اور کتنا چیختے چلاتے تھے ایسا نہ کرو۔ میں نے اس وقت خطبہ' نماز جمعہ کے دوران اسی جگہ سے مغربی حکومتوں کو متنبہ کیا تھا کہ تمہاری موجودہ روش اور وسیع مقدار میں حکومت عراق کو کیمیاوی اسلحے فراہم کرنا' ایک مہلک اور غیر انسانی حرکت ہے۔

یہ سب کچھ صرف اس لئے تھا کہ کسی بھی چیز سے خوفزدہ نہ ہونے والے ہمارے مومن رضا کار فوجیوں کو ڈرایا جائے اور اسی لئے وہ اس طرح کے مظالم اور مکر و فریب کا سہارا لئے ہوئے تھے۔

بہر حال حقیقت یہ ہے کہ ان مغرب والوں نے ہمارے علاقے میں ایک فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اس وقت اس صورت میں اور کبھی اس افسوسناک شکل میں غرض ہر صورت حال میں وہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اُس وقت انہوں یہ کارروائی دو اسلامی ممالک کے ذخائر اور ان کی دولت و ثروت برباد کرنے کے لئے کی تھی' جو حکومت عراق کی حمایت کر رہے تھے' آج وہ ہی اس طرح کی کارروائی علاقے میں اپنی موجودگی اور اپنے مذموم اغراض و مقاصد کی تکمیل کی خاطر انجام دے رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس چیز سے ہوشیار رہنا چاہئے کہ ہم کٹھ پتلی نہ بن جائیں۔ اور اسے اسلامی ممالک کے لئے ایک سبق ہونا چاہئے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کے خیر خواہ اور نیک نیتی کے حامل انسانوں کو چاہئے کہ وہ دیکھیں' غور کریں اور ایسا کام کریں کہ جس سے پھر یہ چیز دہرائی نہ جا سکے۔

آج ٹکنالوجی اور تعلیم و تحقیق میں ترقی اور دنیا کے موجودہ مواصلاتی ذرائع کی مدد سے اس طرح کی چیزوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہوں پر منتقل ہونا عین ممکن ہے اور ہم جتنا آگے بڑھیں گے اتنا ہی یہ سب چیزیں خطرناک ہوتی چلی جائیں گی۔

ہمیں ایک صحیح و منصفانہ راہ و روش کا تعین کرنا چاہئے تاکہ اس روش میں کچھ اس طرح سدھار آجائے کہ مستقبل میں انسانیت اس طرح کی مشکلات کا شکار نہ ہو۔

البتہ ہمیں اس بات کی امید ہے کہ ہمارے علاقے میں پیدا ہونے والی یہ خطرناک صورت حال خدا کی مدد اور علاقائی عوام کی بیداری کے ذریعہ کسی نہ کسی طرح ختم ہو جائے گی اور علاقائی قومیں خاص کر عراقی عوام در حقیقت اس وقت قابل رحم صورت حال کا شکار ہیں' اس شر و فتنہ سے نجات پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

البتہ اس صورت حال سے نجات حاصل کرنے کے بعد ایسا ہونا چاہئے کہ ہم ان جرائم کے بنیادی اسباب اور ان بحرانوں اور مسئلوں کے بنیادی اسباب و عوامل کی طرف سے غافل ہو جائیں جو مستقبل میں اس سے زیادہ تلخ نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال انشاءاللہ ہم ان چیزوں کی طرف پوری طرح متوجہ رہیں گے اور اپنے آئندہ پروگراموں میں ان اہم باتوں کا خاص خیال رکھیں گے۔

زندگانی پیغمبر اسلام

از: استاد جعفر سبحانی

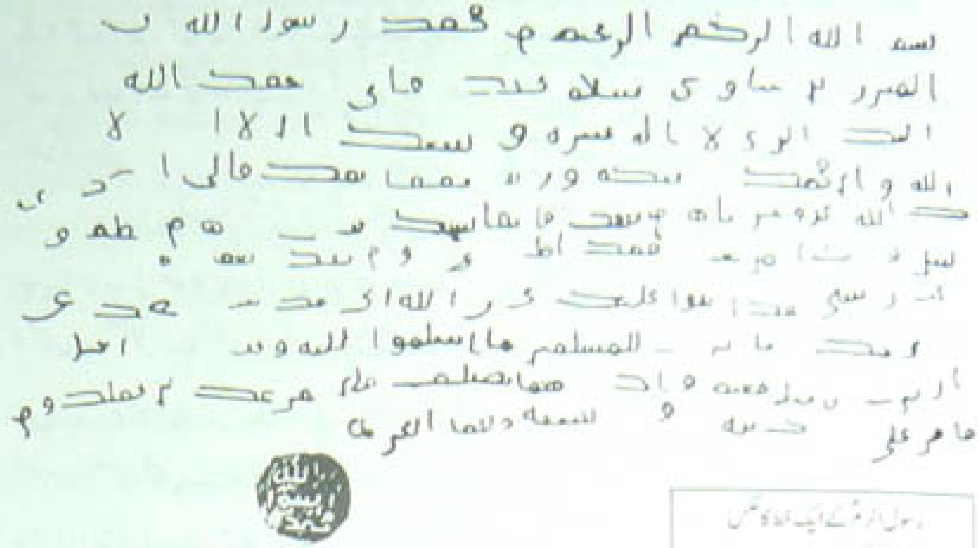

رسول اکرمؐ کے ایک اہم خط کا عکس
[illegible] آنحضرتؐ نے قدیم عربی زبان میں [illegible]
[illegible] ان میں سے [illegible] دعوت
دی گئی ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

کوہ احد کے دامن میں آزادی کا دفاع

قتل پیغمبرؐ کے لئے پانچ افراد کا معاہدہ:

جس وقت سپاہ اسلام میں شکست پیدا ہوئی تھی اور دشمن کی فوج کے سپاہی پیغمبرؐ کی ذات کو اپنے حملے کا نشانہ بنائے ہوئے تھے تو لشکر قریش کے مشہور پانچ افراد نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہر قیمت پر آپؐ کو قتل کر دیں گے۔ وہ تمام افراد یہ ہیں۔

۱۔ عبداللہ ابن شہاب۔ جس نے پیغمبرؐ کی پیشانی مجروح کر دی۔

۲۔ عتبہ ابن ابی وقاص۔ جس نے چار پتھر مار کر پیغمبرؐ کے دائیں طرف کے دانت شہید کر ڈالے۔

۳۔ ابن قمیہ لیثی۔ جس نے پیغمبرؐ کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ یہ زخم اتنا شدید تھا کہ پیغمبرؐ کی آہنی کلاہ کی کڑیاں زخم کے اندر دھنس گئی تھیں جن کو نکالتے وقت ابو عبیدہ جراح کے چار دانت ٹوٹ گئے تھے۔

۴۔ عبداللہ حمید۔ جو ان حملات کے دوران لشکر اسلام کے نامور فوجی ابو دجانہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

۵۔ ابی خلف۔ وہ شخص ہے جس کو خود پیغمبرؐ نے مغلوب کیا۔ یہ اس وقت پیغمبرؐ کے سامنے آیا تھا جب وہ کوہ احد کے ایک درہ میں پہونچ چکے تھے اور کچھ اصحاب آنحضرتؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔ جیسے ہی پیغمبرؐ نے ابی خلف کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا انہوں نے حارث بن الصمۃ کا نیزہ اٹھا کر اس کی گردن پر وار کر دیا اور ابی خلف اس حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے گھوڑے سے زمین پر گر گیا۔

اگر چہ ابی خلف کا زخم ظاہری اور سطحی تھا لیکن اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ دوستوں کے بار بار سمجھانے کے باوجود اسے سکون نہ ملا۔ وہ لوگوں سے یہی کہتا رہا کہ مکہ میں جب میں نے محمدؐ سے یہ کہا تھا کہ ''میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا تو انہوں نے بھی مجھے جان سے مار ڈالنے کی بات کہی تھی اور میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔'' بہر حال اس زخم اور غیر معمولی خوف و دہشت کی وجہ سے وہ راستہ میں ہی ہلاک ہو گیا۔

در حقیقت اس واقعہ کی روشنی میں دشمنان پیغمبرؐ کی ذلالت اور کم ظرفی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ پیغمبر اکرمؐ جھوٹ نہیں بولتے اور ان کی زبان سے نکلنے والا ہر جملہ حق و صداقت پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ اس اعتقاد و اعتماد کے باوجود وہ لوگ پیغمبرؐ سے ایسی عداوت رکھتے تھے کہ انہیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔

پیغمبرؐ ایک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر اٹل رہے اور بڑی ثابت قدمی کے ساتھ اپنا اور مذہب اسلام کا

دفاع کرتے رہے اگر چہ ان کی حیات وموت کے درمیان تھوڑا سا ہی فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ دشمن کی فوج ان کی طرف امنڈتی چلی آرہی ہے پھر بھی ان کے چہرے پر اضطراب وپریشانی اور خوف ودہشت کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے اور ان کی نقل وحرکت نیز طرز گفتگو بھی ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ خوفزدہ ہوگئے ہیں البتہ اپنی پیشانی سے خون صاف کرتے ہوئے انہوں نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ "وہ قوم فلاح ونجات کیسے حاصل کر سکتی ہے جس نے خدا کی طرف دعوت دینے والے اپنے پیغمبرؐ کے چہرہ کو اسی کے خون سے رنگین کردیا۔۲ پیغمبرؐ کے اس جملے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی کس مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ارشاد [illegible] میدان جنگ میں پیغمبر اکرمؐ دشمن کی [illegible] رہتے تھے اور سب بھی [illegible] تمام دشمنوں کو [illegible] دیتے تھے [illegible] پیغمبرؐ کی سلامتی کا ایک اہم سبب یہ [illegible] نمونی شجاعت ومہارت سے ساتھ اپنا دفاع کیا تھا البتہ ان کی سلامتی کے سلسلے میں دیگر عوامل کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے اور ان اسباب وعوامل کے درمیان پیغمبرؐ کے پکے اور وفادار اصحاب کی جانبداری کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پیغمبرؐ کی حفاظت میں ہمہ تن سرگرم رہے اور اس شمع ہدایت کو بجھنے نہیں دیا۔

"پیغمبر اکرمؐ نے احد کے دن دشمنوں کے خلاف ڈٹ کر جنگ کی۔ ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے انہیں فوج دشمن کی طرف مارتے چلے گئے یہاں تک کہ کمان ٹوٹ گئی اور اس کی ڈوری جگہ جگہ سے کٹ گئی۔۳

بہر حال پیغمبر اکرمؐ کے ارد گرد جمع باوفا اور جانباز اصحاب کی تعداد بیان کی گئی ہے اور وہ بہت کم لوگوں پر مشتمل ہے لیکن ہم فن تاریخ نگاری کے بموجب مذکورہ افراد میں سے ہر ایک کی ثابت قدمی مسلم اور قطعی نہیں ہے البتہ معدودے چند اصحاب کی دلیری وجانبازی کے سلسلے میں اکثر مورخین متفق الخیال ہیں جن کی دفاعی سرگرمیوں کا تفصیلی تجزیہ حاضر خدمت ہے۔

کامیاب دفاع اور نئی کامیابی:

اگر تاریخ اسلام کے اس حصہ کا ذکر "نئی کامیابی" عنوان کے تحت کیا جائے تو ہر گز مبالغہ نہ ہوگا۔ اس نئی کامیابی کا مطلب یہ ہے کہ دشمنوں کی امید کے برعکس 'سپاہیان اسلام اپنے پیغمبرؐ کی جان بچانے میں پوری طرح کامیاب ہوگئے اور یہ اُن کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔

اگر ہم اس کامیابی کو پورے لشکر اسلام سے منسوب کرتے ہیں تو اس سے مجاہدین اسلام کا احترام مقصود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کامیابی کا سہرہ چند ہی لوگوں کے سر باندھنا مناسب ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جان خطرے میں ڈال کر پیغمبرؐ کی جان کی حفاظت کرتے رہے اور انہیں لوگوں کی قربانیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت اور پیغمبرؐ کی جان بچ گئی۔ ذیل میں ان جانبازوں کا مختصر تذکرہ ملاحظہ ہو:

۱۔ شجاعت وثابت قدمی اور فداکاری وجانبازی کے میدان کا پہلا نامور مجاہد وہ ہے جس نے زندگی کی صرف ۲۶ بہاریں دیکھی تھیں اور جو کمسنی کے زمانہ سے پیغمبرؐ کی وفات تک ہمہ وقت انہیں کی خدمت میں لگا رہا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے غافل نہیں رہا۔

جی ہاں! لشکر اسلام کے اس جانباز مجاہد کا نام مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام ہے جس کی

شجاعت وثابت قدمی اور فداکاری وجانبازی کے میدان کا پہلا نامور مجاہد وہ ہے جس نے زندگی کی صرف ۲۶ بہاریں دیکھی تھیں اور کمسنی کے زمانہ سے پیغمبرؐ کی وفات تک ہمہ وقت انہیں کی خدمت میں لگا رہا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے غافل نہیں رہا۔

جی ہاں! لشکر اسلام کے اس جانباز مجاہد کا نام مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام ہے جس کی عظیم اور گرانقدر خدمات وقربانیوں کا ذکر تاریخ اسلام میں جگہ جگہ پر موجود ہے اور جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی تبلیغ وترویج کے لئے وقف کردیا تھا۔

عظیم اور گرانقدر خدمات و قربانیوں کا ذکر تاریخ اسلام میں جگہ جگہ پر موجود ہے اور جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے وقف کر دیا تھا۔

بنیادی اعتبار سے یہ کامیابی' اسلام کی ابتدائی کامیابی کی طرح' اسی مرد مجاہد کی جانبازی و قربانیوں کے ذریعے حاصل ہوئی کیونکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جنگ کے ابتدائی مرحلے میں قریش میدان جنگ سے اس وجہ سے بھاگے تھے کہ ان کے سپہ سالار یکے بعد دیگرے حضرت علیؑ کی تلوار سے قتل ہوگئے تھے جس کی وجہ سے دشمن کی فوج پر غیر معمولی رعب و دبدبہ قائم ہو گیا اور ان میں اتنا حوصلہ ہی باقی نہ رہ گیا تھا کہ وہ ثابت قدم رہ سکیں۔

درحقیقت اسلامی واقعات و حوادث کا تجزیہ کرنے والے معاصر مغربی مصنفین نے حضرت علیؑ کا جو حق تھا ادا نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کے مقام و مرتبے کے بموجب اسلامی تواریخ میں جو حقائق موجود ہیں ان کو نکالا ہیں۔ کہاں اور اپنے تجزیے میں امیر المومنینؑ کی جانبازی و قربانی و دیگر افراد کی دلیری و قربانی کا ہم پلہ قرار دے کر ابتدا ہی لازمی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی قربانیوں کا اجمالی خاکہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ "دشمنوں نے چاروں طرف سے پیغمبر اسلامؐ پر دھاوا بول دیا۔ دشمنوں کا جو گروہ پیغمبرؐ پر حملہ آور ہوتا تھا حضرت علیؑ پیغمبرؐ کے اشارہ پر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے اور جیسے ہی دشمن کے دو چار سپاہی ہلاک ہوتے' باقی لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ یہ واقعہ میدان احد میں کئی مرتبہ رونما ہوا۔ حضرت علیؑ کی اس فداکاری و جانبازی کو دیکھ کر امین وحی حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور پیغمبرؐ کے سامنے علیؑ کا قصیدہ پڑھتے ہوئے کہا کہ یہ نوجوان جس دلیری و جانبازی کا مظاہرہ کر رہا ہے وہ درحقیقت قربانی و فداکاری کی انتہا ہے۔ رسول خداؐ نے بھی جبریلؑ کی تصدیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں علیؑ سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے۔ اس کے بعد میدان احد میں ایک آواز سنائی پڑی اور وہ آواز یہ تھی:

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

یعنی ذوالفقار جیسی کوئی تلوار اور علیؑ جیسا کوئی جوانمرد نہیں ہے۔"

ابن ابی الحدید اس واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دشمن کے پچاس سپاہی ایک گروہ کی شکل میں پیغمبرؐ پر حملہ کرتے تھے اور حضرت علیؑ اپنی غیر معمولی دلیری و جانبازی کی وجہ سے ان لوگوں کو متفرق کر دیتے تھے۔" اس کے بعد وہ جبریلؑ کے نازل ہونے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تاریخی اعتبار سے یہ ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے اور میں نے محمد بن اسحاق کی تصنیف غزوات محمدؐ نامی کتاب کے بعض نسخوں میں جبریلؑ کی آمد کا واقعہ خود دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے اپنے استاد "عبدالوہاب سکینہ" سے اس واقعہ کی صحت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا "ہاں! یہ واقعہ صحیح ہے۔" میں نے دوبارہ سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین نے اس صحیح خبر کو اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا؟ استاد نے جواب دیا کہ ایسی بہت سی صحیح روایات موجود ہیں جن کو نقل کرنے میں صحاح کے مؤلفین نے غفلت و لاپرواہی سے کام لیا ہے۔" ۶

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام "راس الیہود" میں اپنے کچھ اصحاب کے سامنے ایک مفصل تقریر کے دوران جنگ احد میں اپنی جانبازی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"..... جس وقت قریش کی فوج نے ہم لوگوں پر زبردست حملہ کیا' انصار و مہاجرین اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور میں نے ستر زخم کھاتے ہوئے آنحضرتؐ کا دفاع کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے قبا پہنائی اور میرے زخموں پر ہاتھ پھیر دیا۔" ۷

یہاں تک کہ بقول "علل الشرائع" ۸ حضرت علی علیہ السلام نے اس جنگ کے دوران ایسی شجاعت و دلیری و جوانمردی و جانبازی کے ساتھ پیغمبرؐ کا دفاع کیا کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنی تلوار یعنی "ذوالفقار" ان کے حوالے کر دی اور وہ پہلے کی طرح جہاد در راہ خدا میں لگے رہے۔"

ابن ہشام نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب سیرہ میں ۹ جنگ احد میں قتل ہونے والے مشرکین کی تعداد ۲۲ لکھی ہے اور ان مقتولین کے نام و نسب و قبیلے کی مکمل تفصیل بھی پیش کی ہے۔ ان ۲۲ افراد میں سے ۱۲ مشرکین حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور باقی ۱۰ افراد دیگر مسلمانوں کے ذریعہ مارے گئے تھے۔

ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فریقین کی مستند کتابوں بالخصوص کتاب "بحار الانوار" ۱۰ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمات کے سلسلے میں جو حقائق موجود ہیں' انہیں مکمل طور پر پیش نہیں کیا جاسکا ہے البتہ متفرق اطلاعات و روایات کے بموجب یہ بات ثابت ہے کہ جنگ احد میں حضرت علیؑ کی شجاعت و ثابت قدمی مثالی نوعیت کی حامل تھی اور "ابو دجانہ" جیسا بہادر مجاہد اسلام بھی دفاعی

سر گرمیوں میں ان کا ہم پلہ نہیں رہا۔

۲۔ ابو دجانہ: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بعد سپاہ اسلام کا دوسرا نامور مجاہد تھا جس نے اپنی جان کی بازی لگا کر پیغمبرؐ کی جان بچائی تھی۔ وہ ایک مضبوط ڈھال کی طرح پیغمبرؐ کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنی پشت پر روک لیتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ دشمن کے مہلک حملات سے محفوظ رہتے تھے۔

مرحوم سپہر نے "ناسخ التواریخ" میں ابو دجانہ کے سلسلے میں ایک جملہ نقل کیا ہے جس کی سند ہمیں نہیں مل سکی ہے۔ وہ لکھتا ہے: "!

"جس وقت پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علی علیہ السلام مشرکین کے محاصرہ میں تھے ان کی نگاہ ابو دجانہ پر پڑی۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: "ابو دجانہ میں نے تمہارے اوپر سے اپنی بیعت اٹھالی البتہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں ابو دجانہ نے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا:

"میں کہاں جاؤں' اپنی زوجہ کے پاس جاؤں جو بہر حال موت سے ہم آغوش ہو جائے گی' اپنے گھر کی طرف جاؤں جو بہر حال تباہ ہو جائے گا' مال و دولت کی طرف رغبت اختیار کروں جو ہر گز باقی نہ رہے گا اور موت سے فرار اختیار کروں جو بہر حال آئے گی۔"

جب پیغمبرؐ نے ابو دجانہ کو گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں دشمنوں کے خلاف جنگ و نبرد آزمائی کی اجازت دیدی اور ابو دجانہ و علیؑ نے قریش کے مہلک حملوں سے پیغمبرؐ کا دفاع کیا۔

کتب تاریخ میں جنگ احد کے دوران پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت کرنے والوں میں عاصم بن ثابت' سہل حنیف' طلحہ بن عبداللہ جیسے دیگر افراد کے نام بھی موجود ہیں اور مورخین نے میدان احد میں ثابت قدم رہنے والے محافظین پیغمبرؐ کی تعداد ۳۶ تک پہونچا دی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے جو بات قطعی و حتمی ہے وہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام' ابو دجانہ' حمزہ اور ام عامر کی دلیری و جانبازی ہے جس کی وجہ سے پیغمبرؐ کی جان بچی اور ان چار افراد کے علاوہ دیگر تمام لوگوں کی ثابت قدمی خیالی اور مشکوک ہے۔

ایک عظیم مجاہد کی فداکاری:

لشکر اسلام میں بہادر و جانباز اور صاحب حوصلہ مجاہدین کم و بیش ہمیشہ رہے ہیں لیکن حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی دلیری و جانبازی تاریخ کے صفحات میں درج ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی غزوات کی تاریخ میں حضرت حمزہ کی جانبازی و قربانی کو مثالی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت حمزہ' پیغمبر اکرمؐ کے حقیقی چچا' عرب کے نامور بہادر اور لشکر اسلام کے مشہور مجاہد تھے، حمزہ ہی وہ شخص ہیں جو اس بات پر تاکید کر رہے تھے کہ حملہ آور فوج قریش کا مقابلہ کرنے کے لئے سپاہیان اسلام کو مدینہ سے باہر نکل کر اپنا محاذ تیار کرنا چاہئے۔ یہ حضرت حمزہ ہی تھے جو مکہ میں بت پرستوں کے شر و فساد سے پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت کرتے رہے اور جس وقت سرداران قریش کے اجلاس میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ابو جہل نے جسارت و گستاخی کی تو حضرت حمزہ نے اس کا سر پھوڑ دیا تھا اور ابو جہل کے طرفداروں میں سے کسی میں اتنا دم نہ تھا کہ وہ ان کا مقابلہ کر سکے۔

در حقیقت حمزہ اسی مرد مجاہد کا نام ہے جس نے جنگ بدر کے موقع پر سپاہ قریش کے نامور پہلوان "شیبہ" کو پچھاڑ دیا تھا' کچھ لوگوں کو مجروح اور دیگر لوگوں کو نیست و نابود کر دیا تھا اور جس کی نبرد آزمائی کا مقصد فقط حق و فضیلت کا دفاع اور بنی نوع انسان کو آزادی فراہم کرنا تھا۔

ابوسفیان کی زوجہ "ہند" سپاہ قریش کے نامور پہلوان عتبہ کی بیٹی تھی اور اس کے دل میں حمزہ کی طرف سے کینہ تھا چنانچہ وہ ہر قیمت پر حمزہ سے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتی تھی۔

"وحشی" نامی حبشی پہلوان جبیر مطعم کا غلام تھا اور جبیر کا چچا بھی جنگ بدر میں سپاہ اسلام کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ ہند نے اس وحشی کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ہر ممکن مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے سپاہ اسلام اور بالخصوص حمزہ سے انتقام لینے کی کوشش کرے' اس

لشکر اسلام میں بہادر و جانباز اور صاحب حوصلہ مجاہدین کم و بیش ہمیشہ رہے ہیں لیکن حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی دلیری و جانبازی تاریخ کے صفحات میں درج ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی غزوات کی تاریخ میں حضرت حمزہ کی جانبازی و قربانی کو مثالی حیثیت حاصل ہے۔

نے حبشی غلام سے کہا کہ اُس کے باپ کا انتقام اُسی وقت ممکن ہے جب وہ محمدؐ، علیؑ اور حمزہؑ میں سے کسی کو قتل کر دے۔ حبشی نے جواب دیا کہ محمدؐ تک رسائی حاصل کرنا میرے لئے ناممکن ہے کیونکہ ان کے ساتھی ہر وقت ان کے اردگرد ہوا کرتے ہیں۔ علیؑ بھی میدان جنگ میں پوری ہوشیاری و بیداری سے کام لیتے ہیں لیکن حمزہ دوران جنگ اس درجہ غضبناک ہوا کرتے ہیں کہ انہیں اپنے اطراف کی کوئی خبر نہیں ہوتی پس یہ ممکن ہے کہ میں مکروفریب کے ذریعہ انہیں قتل کر دوں۔ ہندہ نے حبشی غلام کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ حمزہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ اسے غلامی سے آزاد کر دے گی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خود جبیر نے اپنے غلام وحشی کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ [illegible] جنگ میں [illegible] تھے۔

حبشی غلام کا بیان ہے کہ "احد کے میدان میں مجھے حمزہ کی تلاش تھی اور وہ شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے لشکر قریش کے قلب میں محو جنگ تھے اور وہ دشمن کے جس سپاہی کے قریب جاتے اس کا کام تمام کر دیتے تھے۔ میں نے خود کو درختوں اور پتھروں کی آڑ میں اس طرح چھپا لیا کہ وہ مجھے دیکھ نہیں پائے۔ بہر حال وہ پوری توجہ اور غیر معمولی انہماک کے ساتھ محو تھے۔ اسی دوران میں اپنی کمین گاہ سے باہر نکلا۔ ایک حبشی ہونے کی وجہ سے میں بہت سوچ سمجھ کر حملہ کیا کرتا تھا اور میرا وار بہت کم خالی جاتا تھا۔ بہر حال میں نے ایک معین فاصلے سے اپنے "بھالے" کو مخصوص حرکت کے بعد حمزہ کی طرف پھینکا اور میرا حربہ پوری طرح کامیاب رہا۔ حمزہ نے میرے اوپر حملہ کرنے کی کوشش تو کی لیکن درد کی شدت کی وجہ سے وہ اسی جگہ ڈھیر ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد میں بڑی احتیاط سے حمزہ کی طرف بڑھا اور اپنا بھالا نکال کر لشکر قریش کی طرف واپس آ گیا اور اپنی آزادی کا انتظار کرنے لگا۔

"جنگ احد کے بعد میں ایک طویل مدت تک

مکہ میں زندگی بسر کرتا رہا یہاں تک کہ جب مسلمانوں نے مکہ پر فتح حاصل کر لی تو میں طائف بھاگ گیا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی قدرت واقتدار کی روشنی اس علاقے تک پھیل گئی لیکن میں نے سنا کہ کوئی بھی شخص کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے تو پیغمبرؐ اس کے گناہوں سے چشم پوشی کر لیتے ہیں چنانچہ میں کلمہ پڑھتے ہوئے پیغمبرؐ کی خدمت میں پہونچ گیا۔ مجھ کو دیکھتے ہی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "تو وہی حبشی غلام وحشی ہے؟ ذرا یہ تو بیان کر کہ تو نے میرے چچا حمزہ کو کس طرح قتل کیا تھا؟ میں نے پورا واقعہ پیغمبرؐ کے سامنے بیان کر دیا۔ وہ بہت رنجیدہ وملول ہوئے اور کہنے لگے۔ "اچھا اب تو میری نگاہوں سے دور ہٹ جا اور آج کے بعد میری نظروں کے سامنے نہ آنا کیونکہ تو میرے چچا کا قاتل ہے اور میرے لئے ان کا غم ایک ناقابل تلافی غم ہے"[۱۲]

جی ہاں! یہ پیغمبر اکرمؐ جیسے کریم و وسیع القلب انسان کی بات ہے کہ انہوں نے اپنے چچا کے قاتل کو معافی دیدی ورنہ وہ چاہتے تو اپنے چچا کے قاتل کو کسی نہ کسی جرم کی سزا میں پھانسی پر لٹکا دیتے لیکن انہوں نے اس قاتل کو معافی دیتے ہوئے اسے پوری طرح آزاد بھی کر دیا۔

وحشی کہتا ہے کہ "جب تک پیغمبر اکرمؐ زندہ رہے، میں ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں گیا اور ان کی وفات کے بعد جب جنگ مسیلمہ کذاب رونما ہوئی تو میں نے لشکر اسلام میں شرکت کی اور مسیلمہ کو قتل کرنے کے لئے میں نے اسی بھالے کا استعمال کیا اور انصار میں سے ایک شخص کی مدد سے میں نے مسیلمہ کو قتل کر ڈالا۔

"پس یہ سچ ہے کہ میں نے اپنے اسلحہ سے حمزہ جیسے بہترین انسان کا قتل کیا ہے لیکن دنیا کے بدترین لوگ بھی اس کی زد میں آتے رہے ہیں۔"

بہر حال جنگ مسیلمہ میں وحشی کی شرکت ایک ایسا موضوع ہے جس کا دعویٰ خود اس حبشی غلام نے کیا ہے لیکن ابن ہشام لکھتا ہے کہ "وحشی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کالے کوے کی طرح ہو گیا تھا اور غیر معمولی شراب خوری کی وجہ سے مسلمان اس سے بڑی نفرت کیا کرتے تھے اور برابر اس پر شراب کی حد جاری ہوا کرتی تھی اور فاسد ونامناسب اعمال کی وجہ سے فوجی رجسٹر سے اس کا نام خارج کر دیا گیا اور عمر خطاب کہا کرتے تھے کہ حمزہ کے قاتل کو اتنی آزادی نہ حاصل ہونی چاہئے۔"[۱۳]

۴۔ جانباز خاتون ام عامرؓ نسیبہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے عورتوں کے لئے جہاد حرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ خواتین مدینہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک خاتون پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور رسول اکرمؐ سے یہ معلوم کیا کہ آخر عورتوں کو جہاد سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔ اس محرومیت کے سلسلے میں اعتراض کرتے ہوئے اس خاتون نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ اپنے شوہروں کی ہر ممکن خدمت کرتے ہیں اور ہر وہ کام بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ سکون واطمینان کے ساتھ جہاد کر سکیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام نے ہم

لوگوں کو اس فیض عظیم سے کیوں محروم کر دیا ہے؟

رسول اکرمؐ نے اس عورت کے ذریعہ خواتین مدینہ کو یہ پیغام دیا کہ اگرچہ بعض فطری اور سماجی اسباب و عوامل کی وجہ سے مسلمان عورتوں کو جہاد جیسے عظیم فیض الٰہی سے محروم رکھا گیا ہے لیکن شوہر کی خدمت کے ذریعہ خواتین جہاد کے فیوض سے بخوبی آشنا ہو سکتی ہیں۔ پیغمبرؐ نے اس سلسلے میں یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: "وان حسن التبعل یعدل ذالک کلہ" یعنی شوہر داری کے فرائض کو پورا کرنا در حقیقت جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہوتا ہے۔

لیکن کبھی کبھی بعض تجربہ کار مجاہدین اسلام کی مدد کے لئے، جن میں ان کے بیٹے، بھائی شوہر اور دیگر رشتہ دار شامل تھے۔ ان مجاہدین کے ہمراہ مدینہ سے باہر بھی آجایا کرتی تھیں اور پیاسے فوجیوں کو پانی پلا کر، زخمی فوجیوں کی تیمارداری کے ذریعہ نیز سپاہیان اسلام کے کپڑے دھو کر لشکر اسلام کی کامیابی میں پوری مدد کیا کرتی تھیں۔

ام عامر، جس کا اصلی نام نسیبہ تھا، بیان کرتی ہیں کہ "میں نے سپاہیان اسلام کو پانی پلانے کے لئے جنگ احد میں شرکت کی اور عنقریب مسلمانوں کو فتح حاصل ہونے والی تھی کہ اچانک سب کچھ الٹ گیا اور مسلمان فوجی شکست خوردہ حالت میں بھاگنے لگے اور میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ کی جان خطرے میں پڑ گئی۔ میں نے سوچا کہ چاہے میری جان چلی جائے لیکن اس وقت پیغمبرؐ کی جان بچانا لازمی ہے۔ میں نے مشک زمین پر رکھ دی اور اپنی تلوار سے دشمن کے حملوں کو روکنے لگی۔ اسی دوران بوقت ضرورت میں نے تیراندازی بھی کی۔" اس موقع پر نسیبہ ایک ایسے مجاہد اسلام کا ذکر کرتی ہے جس کا بازو بہت زخمی تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ "جس وقت لوگ دشمن کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر اپنے گھروں کی طرف بھاگ رہے تھے پیغمبرؐ نے ایک بھاگتے ہوئے فوجی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "میدان جہاد سے بھاگتے ہوئے کم از کم اپنی ڈھال چھوڑتے جاؤ۔" اس نے ڈھال زمین پر پھینک دی۔ میں نے آگے بڑھ کر وہ ڈھال اٹھالی اور دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرنے لگی۔ اچانک ابن قمیہ نامی شخص کی آواز سنائی دی جو یہ کہہ رہا تھا کہ محمد کہاں ہیں؟ اس نے پیغمبرؐ کو پہچان لیا اور اپنی تلوار سنبھالتے ہوئے رسول خداؐ کی طرف بڑھا۔ میں نے اور مصعب نے اس کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اس نے مجھے پیچھے ہٹانے کے لئے میرے بازو پر زوردار تلوار ماری۔ میں نے بھی اس کے اوپر وار کئے لیکن اس کا حملہ کافی اثرانداز ثابت ہوا وہ زخم تقریباً ایک سال تک باقی رہا۔ چونکہ اس نے زرہ پہن رکھی تھی لہٰذا میرے حملوں کا اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا۔

پیغمبرؐ نے میرے زخمی بازو سے خون کی فوار نکلتے ہوئے دیکھ کر میرے ایک لڑکے کو آواز دی کہ اپنی ماں کے زخم کو باندھ دو۔ اس نے زخم پر پٹی باندھ دی اور میں دوبارہ دفاعی کام میں سرگرم ہو گئی۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ میرا ایک بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ میں کپڑے کی پٹی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھی، اس کے زخم پر پٹی باندھنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ بیٹا! اس وقت ہمارے پیغمبرؐ کی جان خطرے میں ہے لہٰذا اٹھو اور ان کا دفاع کرو۔"

میرے بازو پر لگی ہوئی چوٹ کافی گہری تھی اور پیغمبرؐ نے میرے زخمی بازو سے خون کی فوار نکلتے ہوئے دیکھ کر میرے ایک لڑکے کو آواز دی کہ اپنی ماں کے زخم کو باندھ دو۔ اس نے زخم پر پٹی باندھ دی اور میں دوبارہ دفاعی کام میں سرگرم ہو گئی۔

اسی دوران میں نے دیکھا کہ میرا ایک بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ میں کپڑے کی پٹی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھی، اس کے زخم پر پٹی باندھنے کے بعد میں

نے اس سے کہا کہ بیٹا اس وقت ہمارے پیغمبرؐ کی جان خطرے میں ہے لہٰذا اٹھو اور ان کا دفاع کرو۔"۱؎

رسول اکرمؐ اس خاتون کی شجاعت و جانبازی دیکھ کر بہت حیران تھے۔ اچانک پیغمبرؐ کی نگاہ اس آدمی

> پیغمبرؐ نے نسیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تیرے بیٹے کو اسی شخص نے زخمی کیا ہے۔ وہ دل سوختہ مادر پروانہ کی طرح پیغمبرؐ کے شمع وجود کے اردگرد چکر لگا رہی تھی اور پیغمبرؐ کا اشارہ پاتے ہی وہ ایک خوفناک شیرنی کی طرح اس شخص پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی تلوار سے اس آدمی کی پنڈلیوں پر حملہ کر دیا اور وہ شخص اسی جگہ پر ڈھیر ہو گیا۔

پر پڑی جس نے اس خاتون کے بیٹے کو زخمی کر دیا تھا۔ پیغمبرؐ نے نسیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تیرے بیٹے کو اسی شخص نے زخمی کیا ہے۔ وہ دل سوختہ ماں پروانہ کی طرح پیغمبرؐ کے شمع وجود کے اردگرد چکر لگا رہی تھی اور پیغمبرؐ کا اشارہ پاتے ہی وہ ایک خوفناک شیرنی کی طرح اس شخص پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی تلوار سے اس آدمی کی پنڈلیوں پر حملہ کر دیا اور وہ شخص اسی جگہ پر ڈھیر ہو گیا۔ نسیبہ کی اس دلیری سے پیغمبرؐ کے تعجب میں اور اضافہ ہو گیا اور شدت تعجب کی وجہ سے وہ اس طرح ہنسے کہ ان کے پیچھے والے دانت بھی نمایاں ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ "تم نے اپنے بیٹے کا بدلہ لے لیا۔"۱۵؎

دوسرے دن پیغمبر اکرمؐ نے ستون لشکر کو "حمراء الاسد" کی طرف حرکت کرنے کا حکم دیا۔ نسیبہ نے بھی لشکر کے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی لیکن شدید زخموں کی وجہ سے وہ سپاہ اسلام کے ساتھ نہ جا سکی۔ حمراء الاسد سے واپسی کے فوراً بعد پیغمبرؐ نے ایک شخص کو نسیبہ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے اس کے گھر بھیجا اور انہیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ اب نسیبہ کی حالت اچھی ہے۔

اس خاتون نے اپنی ان تمام فداکاریوں کے بدلے میں پیغمبرؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہ! میرے حق میں یہ دعا کریں کہ بہشت میں خداوند عالم مجھے آپ کی خدمت کرنے کا شرف عطا کرے۔ رسول خداؐ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: خدایا! بہشت میں ان لوگوں کو میرے دوست و رفیق کا درجہ عنایت فرما۔"۱۶؎

اس مسلمان خاتون کی دلیرانہ دفاعی سرگرمیوں سے رسول خداؐ اس قدر خوش تھے کہ اس خاتون کے سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا: "لمقام نسیبہ بنت کعب الیوم خیر من فلان وفلان۔" "یعنی آج اس جانباز خاتون کا مرتبہ فلاں فلاں لوگوں سے بلند و بالا ہے۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ "اس حدیث کے راوی نے پیغمبرؐ کے حق میں خیانت سے کام لیا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ان دو آدمیوں کا ذکر نہیں کیا جن کا پیغمبرؐ نے نام لیا تھا۔"۱۷؎

لیکن میرا یہ خیال ہے کہ فلاں اور فلاں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو رسول خداؐ کے بعد مسلمانوں کے درمیان اونچے منصب کے حقدار بن بیٹھے۔ راوی نے خوف و احترام کی وجہ سے ان لوگوں کا نام نہیں لیا ہے۔

(باقی آئندہ)

حوالے

۱۔ سیرہ ابن ہشام جلد ۳ ص ۸۲ و مغازی واقدی جلد ۱ ص ۲۲۲

۲۔ "کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم وہو یدعوہم الی اللہ۔"

۳۔ کامل جلد ۲ ص ۱۰۷

۴۔ ابن ابی الحدید جلد ۱۵ ص ۲۱

۵۔ کامل جلد ۲ ص ۱۰۷

۶۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۴ ص ۲۵۱

۷۔ انساب جلد ۲ ص ۱۵۰

۸۔ سیرہ ابن ہشام جلد ۳ ص ۸۳

۹۔ سیرہ ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۹

۱۰۔ بحار الانوار جلد ۲۰ ص ۸۴ اور اس کے بعد

۱۱۔ صحیح التواریخ جلد ۱ ص ۳۵۷

۱۲۔ ویحک غیب عنی وجھک فلا اریتک

۱۳۔ سیرہ ابن ہشام ج ۳ ص ۶۹ سے ۷۲ تک

۱۴۔ قم فضارب القوم

۱۵۔ فضحک حتی بدت نواجذہ۔ "واضح رہے کہ پیغمبرؐ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد سے آگے نہیں بڑھا کرتی تھی۔

۱۶۔ اس جانباز خاتون کی دلیری و جانبازی کا سلسلہ اسی جگہ پر ختم نہیں ہوتا بلکہ بعد میں اس نے اپنے فرزند کے ہمراہ جنگ مسیلمہ میں شرکت کی اور جنگ کے دوران راہ اسلام میں اپنا ایک ہاتھ قربان کر دیا۔

۱۷۔ ابن ابی الحدید جلد ۱۴ ص ۲۶۵ سے ۲۶۷ تک

کلیلہ و دمنہ بہترین ادبی تخلیق

پروفیسر شہرستانی

کلیلہ و دمنہ وہ ادبی شاہکار ہے جس کا مطالعہ تقریباً دو ہزار سال سے مسلسل کیا جا رہا ہے۔ اور اہل دانش و بینش یعنی صاحبان فکر و نظر اس سے برابر مستفید ہوتے رہے ہیں۔ بعض دانشوروں نے تو اس کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ کتاب دراصل ویدوں کا ضمیمہ ہے۔ کیونکہ اس میں گوناگوں انسانی فطرت کی عکاسی حیوانات اور پرندوں کے کرداروں کے ذریعہ کی گئی ہے کیونکہ سنسکرت زبان کے دانشور اس رائے کے حامی ہیں کہ انسانوں اور حیوانوں کی زندگی میں باہمی ربط ہے۔ چنانچہ اپنشدوں میں انسانی زندگی کے مختلف پہلو پیش کرنے کے لئے حیوانات کی جبلت کو بطور تمثیل بروئے کار لایا گیا ہے۔ اس کی مثال ہمیں شاہنامہ فردوسی میں سیمرغ اور زال کی داستان سے بھی ملتی ہے۔

ابن ندیم نے اپنی تالیف "الفہرست" میں لکھا ہے کہ اہل فارس نے سب سے پہلے داستان نویسی شروع کی اور کتاب "ہزار و یک داستان" اس کی بہترین مثال ہے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین مرحوم نے لکھا ہے: حیوانات کی کہانیاں تمثیلات کی کتابوں میں دو طرح سے آئی ہیں۔ ان میں سے ایک جگہ تو جانور ہی مرکزی کردار ادا کرتا ہے اور دوسری صورت میں حیوان کا کردار رمز و کنایہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

کلیلہ اور دمنہ دراصل دو کردار ہیں جنہیں دو گیدڑوں کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کلیلہ ہے جو نہایت ہی چالاک و شاطر ہے اور دوسرا بہت ہی دور اندیش (دمنہ) اور اسی بنا پر اپنے مقصد میں کامیاب۔ سنسکرت میں ان کا تلفظ "کرتک" اور "دمنک" ہے۔ مگر پہلوی زبان میں یہ الفاظ "کلیلک" اور "دمنک" کی صورت میں داخل ہوئے۔ بعد میں یہی لفظ تراش و خراش کے بعد کلیلہ و دمنہ کی صورت اختیار کر کے سریانی زبان میں اس وقت داخل ہوئے جب کہ اس کتاب کا ترجمہ اس زبان میں کیا گیا۔ ۵۷۰ء میں بودھ نامی بھکشو نے اس پہلوی ترجمہ کو جو برزویہ نامی دانشور وزیر نے سنسکرت سے پہلوی میں کیا تھا سریانی زبان میں منتقل کیا۔ اس کے بعد ۱۳۵ھ (۷۵۹ء) میں ابن عبد اللہ مقفع نے منصور دوانقی کی فرمائش پر اس کا ترجمہ فصیح و بلیغ عربی نثر میں کیا جو خوش قسمتی سے ابھی تک محفوظ ہے۔

اصل کتاب سنسکرت زبان میں ودیاپتی نے لکھی تھی جن کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ اس شخص کا نام تھا یا لقب مگر یہ امر مسلم ہے کہ وہ ویدوں کا عالم تھا۔ کتاب کی تالیف کا زمانہ گپت خاندان کا عہد حکومت (تین سو سال قبل مسیح) بتایا جاتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب سنسکرت کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا۔ کتاب کا مواد پنچ تنتر کی کہانیوں اور مہابھارت کے افسانوی و نیم تاریخی واقعات سے ماخوذ ہے۔ پنچ تنتر میں جو کہانیاں درج ہیں انہیں وشنو شرما نے اسی سال کی عمر میں مرتب کیا۔

بعض دانشمندوں کی یہ بھی رائے ہے کہ کلیلہ و دمنہ کا اصل ماخذ تنتر گیانکا نامی کتاب ہے۔ یہ پند آموز کہانیوں پر مشتمل کتاب کشمیر میں دو سو سال قبل مسیح سنسکرت رسم الخط میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کا

ایک قلمی نسخہ شہر پونہ میں واقع دکن کالج کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ دانشمند وزیر بروزیہ نے پہلوی زبان میں ترجمہ کتاب کے اسی نسخے سے کیا تھا۔ اور ابن مقفع کے عربی ترجمے سے اس کا ترجمہ دیگر زبانوں میں ہوا۔ پندرہ سال کے عرصے میں ۱۲۶۳ء سے ۱۲۷۸ء) جان ذی کاپو نے اسے لاطینی زبان میں منتقل کیا۔ ۱۰۸۰ء سے کچھ قبل یا بعد اس کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا۔ یونانی زبان کے نسخے سے اس کا ترجمہ (۱۲۶۶ء سے ۱۲۹۷ء کے دوران) پوسین نے اطالوی زبان میں کیا۔ اور اسی ترجمہ کی بنیاد پر یورپ کی دیگر زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ کیا گیا۔

ڈاکٹر برنیر فرانسیسی باشندہ تھا وہ آٹھ سال بادشاہ اورنگزیب کے دربار میں سرکاری معالج کی حیثیت سے مقیم رہا۔ ۱۶۹۶ میں جب وہ ہندستان سے واپس فرانس گیا تو اپنے ساتھ بہت سی قیمتی کتابوں کا ذخیرہ بھی لے گیا۔ جن میں یہ کتاب بھی شامل تھی۔

میڈم دولہ سبلیر اپنے عہد کی معزز خاتون تھیں۔ ۱۶۷۳ء میں ان کی ملاقات لا فونتین (۱۶۹۵ء۔ ۱۶۲۱) شاعر سے فرانس کے کسی مہمانخانے میں ہوئی اور انہوں نے اس کتاب کا ذکر مذکورہ شاعر سے کیا جس کے بارے میں یہ شاعر خود لکھتا ہے کہ: ہندستان کی اس بیش بہا کتاب نے جس کا ترجمہ یورپ کی بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے' فرانس کے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ ان کی رائے میں یہ کتاب لقمان حکیم کی پند آموز کتاب سے کہیں زیادہ قدیم و قابل قدر ہے۔ اور میری بہت سی نظموں کا سرچشمہ یہی کتاب ہے۔ میں اس سلسلے میں محترمہ دولہ سبلیر کا ممنون و سپاسگزار ہوں۔ فارسی زبان کے عظیم شیریں سخن و خوش بیان شاعر رودکی متوفی (۳۲۹ھ) نے اس کتاب کا منظوم ترجمہ کیا۔ ذیل میں دو شعر ملاحظہ ہوں:

شب زمستان بود و کپی سرد یافت
کرمک شبتاب ناگاہی بتافت
کپیانش آتش ہمی پنداشتند
پشتہ ہیزم بدو برداشتند

اس کے بعد تقریباً ۵۳۶ھ میں ابو المعالی نصر اللہ بن محمد بن عبد الحمید نے ابن مقفع کے متن کو فارسی نثر میں منتقل کیا۔ جس میں اس نے مشہور شاعروں کے اشعار اور عربی و فارسی کی ضرب الامثال بھی شامل کر لیں۔

مولانا حسین واعظ کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ) نے اسی کتاب کو اپنے عہد کی مروجہ زبان میں از سر نو ترتیب دیا جس میں موصوف نے مختلف ذرائع سے حاصل شدہ مزید مضامین و مطالب کا اضافہ کر کے اس کا عنوان "انوار سہیلی" قائم کیا۔

انوار سہیلی کا سترہویں عیسوی میں داؤد سعید اصفہانی نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ جسے ۱۶۴۴ء فرانس کی کتاب فروش کمپنی سائمن پوژہ نے پیرس سے شائع کیا۔ فارسی زبان کے عظیم محقق و ادیب ڈاکٹر جعفر محجوب (مرحوم) کی اطلاع کے مطابق انوار سہیلی کا ترجمہ گلمین نامی شخص نے فرانسیسی زبان میں کیا ہے۔ جو ۱۶۹۵ء میں پیرس سے شائع ہو چکا ہے۔

مغل بادشاہ جلال الدین اکبر (۹۴۶ھ۔ ۱۰۱۴ھ)

کے عہد حکومت میں خالق داد عباسی نے پنچ تنتر کے متن کا ترجمہ پنچ اکیانا کے نام سے فارسی میں کیا۔

دربار اکبری کے نامور دانشمند ابوالفضل بن شیخ مبارک نے انوار سہیلی کو عیاردانش کے تحت عنوان سادہ فارسی زبان میں منتقل کرنا شروع کیا اور یہ کام ۹۹۶ھ تک جاری رہا۔ جسے ۱۹۰۲ء میں منشی نولکشور نے لکھنؤ سے سنگی طباعت کے ذریعے شائع کیا عیاردانش کا خلاصہ نگاردانش کے نام سے نظم کیا گیا۔ جس کے منظوم کی تاریخ ذیل میں درج ہے۔

شد این نگاردانش بس دلکشای دانا
چون خامہ نگارین دل در سواد بست
از غیب بہر سال صورت گرفت مصرع
کلک از نگار دانش نقش مراد بست

فارسی زبان کے عظیم مثنوی گو شاعر فردوسی (متوفی ۴۱۱ھ یا ۴۱۶ھ) نے بھی ذکر کیا ہے کہ کلیلہ دومنہ کو برزویہ دانشور نے ترجمہ کیا تھا۔

نگہ کن کہ شادان برزین چہ گفت
بدانگہ کہ بگشاد راز نہفت
بن امروز در دفتر ہندوان
ہمی بنگریدم بروشن روان
نبشتہ چنین شد کہ در کوہ ہند
گیاہست رخشان چو رومی پرند
کہ آن را چو گرد آوری رہنمای
بیامیزد و دانش آرد بجای
چو زو نامہ رفتی بہ شاہ جہان
دری از کلیلہ نبشتی نہان
بدان چارہ تا نامۂ ہندوان
فرستاد نزدیک نوشیروان

بگفت آنچہ از رای دید و شنید
بجای گیاہ' دانش آمد پدید
بدو گفت شاہ ای پسندیدہ مرد
کلیلہ روان مرا زندہ کرد
کلیلہ بہ تازی شد از پہلوی
بدینسان کہ اکنون ای بشنوی
بہ تازی ہمی بود تا گاہ نصر
بدانگہ شد در جہان شاہ نصر
گرانمایہ بوالفضل دستور اوی
کہ اندر سخن بود گنجور اوی
بفرمود تا پارسی دری
بگفتند و کوتاہ شد داوری

یہ کتاب چودہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں سیاسی' مذہبی' اخلاقی اور فلسفیانہ مضامین کو بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ یہاں ہم اس کے چند موضوعات کا ذیل میں ذکر کریں گے۔

ا۔ اخلاقی مضامین میں دوستی' محبت' اتفاق' ایثار' پاس عہد وفا' وعدے کی پابندی اور آزار رسانی سے گریز جیسے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ اسی کے ساتھ ہی بغض وحسد اور کینہ و دشمنی جیسی خرابیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کوے' ہرن' چوہے اور جال میں پھنسے کبوتروں کے ذریعے اتفاق اور اتحاد کی خوبیوں پر زور دیا گیا ہے کہ اتفاق کی برکت سے ہی انسان کو پریشانی و غم اور قید وبند کی مصیبتوں سے نجات مل سکتی ہے۔ شکاری کی کہانی میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح شکاری نے ہرن کو جال میں پکڑا اور سور نے اُسے اپنے دانتوں سے زخمی کیا۔ جس سے نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ہوا و ہوس اور لالچ کے کیا نقصانات ہیں۔ اسی طرح شیر' سانڈ' باز اور سانپ کی کہانی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ ضرر رسانی کے نتائج کتنے خراب ہوتے ہیں۔ ایک کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص کس طرح اپنے خیالات میں مگن یہ سوچتا رہا تھا کہ مجھے مزدوری سے جو پیسے ملیں گے ان سے مرغیاں

خریدوں گا' انہیں بیچ کر بکریاں پالوں گا۔ چنانچہ ایک دن مالدار آدمی بن جاؤں گا۔ اس کی کہانی کے ذریعے یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ انسان کو خیالات کی دنیا میں نہیں بلکہ حقیقت کے ساتھ زندہ رہنا چاہئے۔ اسی طرح کوے کی کہانی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ کس طرح لوگوں کے دلوں میں اپنے بھائی بندوں کے لئے جذبہ ایثار و قربانی ہونا چاہئے۔

۲۔ سیاسی مضامین۔ یہ مضامین شیر اور سانڈ کی گفتگو کے پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں کلیلہ و دمنہ کی گفتگو بھی بلی اور چوہے کی حکایت کے ذیل میں آگئی ہے۔ جس میں سیاسی موضوعات کی دقیق موشگافی کی گئی ہے۔ ان دونوں حیوانوں کی گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کے مصنف نے جو بھی بات کی ہے اس میں منطقی دلائل کو پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ دونوں ہی جانور اپنے اپنے حق میں مثبت و منفی دلائل پیش کرتے ہیں جن سے اصل معاشرے کی صحیح نوعیت واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔ "ڈھول کی آواز" کے ضمن میں جو کہانی دی گئی ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حقائق زندگی کا فیصلہ سنی سنائی باتوں پر نہیں کرنا چاہئے بلکہ دانشمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ واقعات کو سن لینے کے بعد ان کی تحقیق و جستجو نہایت ضروری ہے۔ اور اسی طرح کوے کی کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ایک سانپ کوے کے گھونسلے کے پاس رہتا تھا۔ جس نے موقع پا کر اس کے بچے کو ڈس لیا۔ جب کوے کو اصلی واقعہ کا علم ہوا تو اس نے سانپ سے اپنے بچے کا انتقام تو لیا مگر بڑی دانشمندی کے ساتھ اس کے ساتھ ماہی خور جانور کی کہانی آئی ہے جس کا یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ ظالم اپنے مظالم کی بلا میں کسی نہ کسی دن گرفتار ہوتا ہے اگلی کہانی شیر اور جنگل کے جانوروں کی ہے۔ یہ جانور شیر کی ہیبت سے ہر وقت خوفزدہ رہتے ہیں اور اسے ہلاک کرنے کی تدبیر سوچتے ہیں۔

مذکورہ کتاب میں اس کے علاوہ بھی بہت سی ایسی کہانیاں آئی ہیں جن میں سیاسی تدابیر کو عملی پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے مصنف نے اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ سیاست' باہمی معاشرت' دوستی اور دشمنی میں کسی چیز کو استحکام و پائداری حاصل نہیں بلکہ زمانے کے بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے رخ بھی بدل جاتے ہیں۔

۳۔ فلسفیانہ مضامین۔ اس کتاب میں فلسفیانہ خیالات بھی پنہاں ہیں جنہیں خاص شکل اور مخصوص عبارات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان مطالب کو اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں ان کے خلاف نفرت یا بغاوت کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا۔ مثال کے طور پر تناسخ (آواگون) کے عقیدے کو ہی لے لیجئے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک چوہا مرنے کے بعد ایک لڑکی کی صورت میں جنم لیتا ہے۔ یا بلی مر کر عورت کی شکل میں دوبارہ اس دنیا میں آتی ہے وغیرہ۔ گویا کتاب کے مصنف کا عقیدہ ہے کہ

زندگی کا دور مسلسل چلتا رہتا ہے۔ جو کبھی اور کہیں ختم نہیں ہوتا۔ دراصل یہ عقیدہ ان ہندوؤں کا ہے جو وشنو کو اپنا اوتار مانتے ہیں۔ ویدوں میں بھی اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان ایسا ہی رشتہ ہے جو پڑوسیوں میں ہوتا ہے چنانچہ اس رشتے کو اپنشدوں میں مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

انسانوں کی طرح حیوانات' نباتات اور چرند و پرند میں بھی سمجھنے کی صلاحیت اور بے زبانی کے باوجود زبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں تکلیف پہنچانے کو قتل سے منع کیا گیا ہے چنانچہ وہ داستان جس میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح ایک گیدڑ اور شیر نے دنیا تیاگ کر پارسائی کی زندگی اختیار کرلی تھی۔ اس میں اس قصہ کی صراحت ہے۔

یونانی فلسفی فیثاغورث حضرت عیسیٰ کی ولادت سے چھ صدی پیشتر گزرا ہے۔ نظریہ تناسخ (آواگون) اس کے فلسفیانہ افکار میں بھی موجود ہے۔ ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ یہ روح آج کسی شکاری کے ہاتھ پر بیٹھا ہوا ہے یہ شاید کل ترو تازہ جنگلوں میں شیر رہا ہوگا۔ پنچ تنتر کہانیوں میں چوہے اور جوگی کی کہانی میں بھی یہی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ مذہبی افکار: بید و دمنہ کی کہانیوں میں بہت سے قدیم مذہبی افکار و خیالات کی جھلک بھی ملتی ہے۔ جو جین دھرم سے اس کتاب میں پہنچے ہیں۔ اس سلسلے میں جتنی بھی کہانیاں ملتی ہیں ان میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر فتنہ و فساد کی جڑ عورت کی ذات ہے۔ جین دھرم کا پرچار حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے تقریباً چھ صدی پہلے مہاویر نے کیا تھا۔ چنانچہ ان کا فلسفہ بھی سنسکرت سے پہلوی' عربی اور دری زبانوں میں منتقل ہوا۔ چنانچہ موچی کی بیوی' بوڑھی عورت' کنیز اور عیاش مرد' بچھوا اور اس کی مادہ' کشمیر تاجر کی بیوی اور منصور' بغداد کا سلطان اور اس کی ملکہ' بڑھئی کی بیوی۔ بوڑھی اور مشاطہ جیسی کہانیوں میں جو واقعات درج ہیں وہ

۵۔ اقتصادی مسائل۔ کا ذکر بھی ان کتابوں میں جگہ جگہ ملتا ہے جن کا مطالعہ دقت نظر سے کیا گیا ہے اور ان کا حاصل یہ ہے کہ مال' حلال ذرائع سے حاصل کیا جائے اور اس کا صحیح مصرف ہو۔ مذکورہ کتاب کے مصنف کا نظریہ یہ ہے کہ جو شخص کام نہیں کرتا ہے بلکہ جمع پونجی پر ہی گذر بسر کرتا ہے وہ اپنی معاشی زندگی کو نہیں سنوار سکتا۔ اگر آدمی اپنے سرمایے کو کاروبار میں نہ لگائے بلکہ اسے گھر بیٹھے ہی کھاتا رہے تو وہ جلد ہی مفلس و قلاش ہو جائے گا۔ اگر اسے فضول خرچ کرے گا تو پشیمان ہوگا۔ اگر صحیح جگہ پر اپنے سرمایے کو نہیں لگائے گا تو وہ اپنے ہاتھوں خود ہی اپنی زندگی برباد کرے گا۔ مال دراصل پانی کے ذخیرے کی مانند ہے۔ اگر پانی اس میں جمع ہوتا رہے اور اس کے نکاس کا کوئی راستہ نہ ہو تو ایک وقت وہ آئے گا کہ پانی کناروں کے باہر نکل جائے گا اور ضائع جائے گا۔

مذکورہ کتاب کے مصنف نے مال و دولت کی حرص کو قابل مذمت قرار دیا ہے۔ اس نے ایک کہانی میں اس امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بظاہر مادی اشیاء سے آدمی کا دل اتنا قوی رہتا ہے کہ گویا وہ عالم مستی میں سرشار ہو۔ چنانچہ اس کا انداز فکر ہی بدل جاتا ہے۔ اسی ضمن میں اس نے ایک چوہے کی کہانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کس طرح ایک چوہے نے کسی شخص کے گھر میں بل بنا کر اس میں بہت سے سونے کے سکے جمع کر لئے تھے جنہیں دیکھ کر وہ ہر وقت شاد و خرم نظر آتا لیکن کسی طرح اس کے مالک کو اس کا پتہ چل گیا چنانچہ اس نے اس کا بل کھود کر اس کی ساری رقم اپنے قبضے میں کرلی۔ مال کے تلف ہو جانے سے چوہے کی حالت مردوں سے بھی بدتر ہوگئی۔

۶۔ تدبر و دور اندیشی۔ اس کتاب میں تدبر و دور اندیشی نیز واقعات کے رونما ہونے سے قبل ہی ان کا سدباب کرنے کی جانب خاص توجہ دی گئی ہے۔ چنانچہ اس کے ہر باب میں کوئی نہ کوئی ایسی حکایت ضرور ملتی ہے اور اس سے مصنف کی دقت نظر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جب بھی وہ کسی مسئلے سے دوچار ہوتا ہے تو وہ اس کا حل تلاش کرنے کے لئے منطق و دلیل کا سہارا لیتا ہے اور اس کا حل کرنے کے لئے بہت سی راہوں پر غور و فکر کرتا ہے۔ بالآخر کسی عملی تدبیر سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ خود کتاب کا مصنف بھی ایسا مدبر شخص نظر آتا ہے کہ جو حسن تدبر سے مسئلے کا حل نکال سکتا ہے۔ اس کی مثالیں ہمیں کوس کے وزیر اور بندروں کی فوج' شکاری کے جال سے کبوتروں کی نجات' نیز اس چوہے کی کہانی سے ملتی ہے جو تین طرف سے بلی نیولے اور الو کے نرغے میں پھنس گیا تھا مگر حسن تدبیر کے باعث اس نے اپنی جان بچائی۔

مذکورہ کتاب کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ اسے از سر نو مرتب کیا جائے۔ اور جس طرح طہٰ حسین مرحوم نے ہزار و یک داستان نامی کتاب کا مختلف زاویوں سے تجزیہ کیا ہے اس کا بھی اسی طرح تجزیہ و مطالعہ کیا جانا چاہئے۔

وحدت نشان

زمین شکست کی جو امتحان لگنے لگے
غروب شام سحر کی اذان لگنے لگے
فضائے شہر محبت میں خون ہی خون
جو شہر شہر خدا کی زبان لگنے لگے
سے علی سے مولا کو دین جاؤ
سند ظہور نبوت بیان لگنے لگے
عجیب قحط رہا تب کوئی ہر حد پر
گلوئے تشنہ سے خیزران لگنے لگے
ابھی آ کے رکا تھا سفر نبوت کا
ابھی وفا ابو طالب جان لگنے لگے
جو آتش لبی ارض کربلا بنیں
یہ عرش وہ جو نیزوں کی شان لگنے لگے
مؤذنوں کی جماعت گذرتی صدیوں سے
امیر لہجہ وحدت نشان لگنے لگے

امیر انصاری

فاطمہ زہرا علیہا السلام

اللہ کے رسولؐ کی دختر ہیں فاطمہؑ
سب سے ہیں کائنات سے بڑھ کر ہیں فاطمہؑ

فضل خدا سے گود میں گیارہ امام ہیں — ہوتا ہے فخر عرش کو ان کا بھی ساتھ
کتنی فضیلتوں کا سمندر ہیں فاطمہؑ — مریمؑ سے ہاجرہ سے بھی برتر ہیں فاطمہؑ

ہر سانس ہی دعا میں ہے تسبیح وحی کا
قرآں کی آیتوں ہی کا پیکر ہیں فاطمہؑ

چھایا ہوا ہے جس پہ رسالت کا سائبان — فطرت ہے بے مثال تو سیرت ہے باکمال
اتری ہے ہل اتیٰ جہاں وہ گھر ہیں فاطمہؑ — تسکین قلب ساقی کوثر ہیں فاطمہؑ

جب بھی دعائیں مانگو تو ان کے طفیل میں
اپنے حسنؑ حسینؑ کی مادر ہیں فاطمہؑ

زینت زمانے کی رفتار کچھ بھی ہو — میرے لئے تو آج بھی رہبر ہیں فاطمہؑ

زینت فاطمہ زیدی
(محمد پور دیہی، مراد آباد)

یونسکو تنظیم کے جلسے میں

وزیر فرہنگ و آموزش عالی

ڈاکٹر مصطفی معین کا خطاب

[illegible] ۱۹۹۷ء [illegible] جمہوری اسلامی [illegible] متحدہ کی ثقافتی تنظیم [illegible] نشست کے موقع پر [illegible] آموزش عالی نے اپنے بیان [illegible] جمہوری اسلامی ایران کے نظریہ [illegible]

وزیر فرہنگ و آموزش عالی ڈاکٹر مصطفی [illegible] یونسکو کے اس عام جلسے میں تمدن کے نتائج [illegible] یہ تجویز پیش کی کہ آئندہ دس [illegible] انسان کی فطرت کی [illegible] اور ترویج اخلاق کا دس سالہ دورہ قرار دیا جائے۔

وزیر موصوف نے اس ضمن میں مزید کہا کہ اس وقت ہمارے پیش نظر جو مقاصد ہیں ان میں اس تنظیم کی اخلاقی ترویج و ترقی مختلف تمدنوں اور مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان گفتگو، صلح و آشتی کے تمدن کی تشکیل، حقوق بشر کی پاسداری اور آئندہ قوموں کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ وزیر موصوف نے مزید فرمایا کہ وہ اقوام جو اس تنظیم کی رکن ہیں بہر صورت وحدت و یگانگی کی خواہاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ وحدت و یگانگی اس نوعیت کی ہو کہ اس کے دائرے میں تمدنی تنوع کو فروغ حاصل ہوتا رہے اور ہر ایک تمدن کی انفرادیت کو تسلیم کیا جائے۔ نیز ان راہوں کو قطعی مسدود کر دیا جائے جن کے ذریعے طاقتور اقوام جدید ترین ٹکنالوجی سے مسلح ہونے کے باعث اپنے تمدن کو دوسروں پر مسلط کر دینا چاہتی ہیں۔ اور اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ تمدن کے میدان میں بھی ان کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ دیگر اقوام ان پر ہی انحصار کریں۔

ڈاکٹر مصطفی معین صاحب نے فرمایا کہ اقوام عالم کو یونسکو سے یہ توقع ہے کہ وہ کسی ایک ثقافت کو دیگر ثقافتوں پر غالب آنے سے باز رکھ سکے گی۔ خواہ یہ بات ان لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے جو تمدنوں کو قریب لانے کی بات کہتے ہیں۔ اور شاید یہ انہی کا خود کردہ فیصلہ ہو کیونکہ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ پس پردہ شاید ان کا یہی مقصد ہو اور انہوں نے خود ہی یہ تہیہ کر لیا ہو کہ اس قسم کے مباحثے شروع کر کے وہ اپنی ہی ثقافت کو فروغ دیں۔

ڈاکٹر معین نے مزید کہا کہ جس وحدت و یگانگی کی دنیا کو ضرورت ہے اس کی بنیاد بہت ہی محکم ہونی چاہئے اور اس بنیاد پر ہی باہمی گفتگو، صلح، عدل اور احترام متقابل کے ستون نصب کئے جانے چاہئیں۔

اس قسم کی وحدت و یگانگی کے لئے ضروری ہے کہ جغرافیائی و سیاسی واقعات سے زیادہ دنیا کی ان اخلاقی اقدار کو فروغ دیا جائے جو تمام مذاہب نیز تمام انسانی تمدنوں اور ثقافتوں میں مشترک ہیں۔ یونسکو کو چاہئے کہ اسی طرح کی زمین ہموار کرے۔

موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے لئے یونسکو کو چاہئے کہ وہ ایسا دری دستور العمل تیار کرے جس میں

اخلاقی تعلیمات کو بھی شامل کیا جائے اور اس کی بنیاد ایسے اصولوں پر مرتب کی جائے کہ لوگوں میں اس کو حاصل کرنے کے لئے ذوق وشوق اور رغبت کا جذبہ پیدا ہو۔ اس کے علاوہ تعلیم و تمدن کو فروغ دینے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ کی جانب رجوع کر کے ان میں سے ایسے مناظر کو ختم کیا جائے جن میں کینہ وعداوت اور خلاف اخلاق باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر معین نے کہا کہ عالمی سطح پر ترویج اخلاق کی خاطر یونسکو کو چاہئے کہ وہ پہلے اس کے لئے راہ ہموار کرے اور اس میں ایسی فضا پیدا کرے کہ بین الاقوامی تعلقات میں انفرادی واجتماعی عدل بحال ہو سکے۔

اقوام عالم کو یونسکو سے یہ توقع ہے کہ وہ کسی ایک ثقافت کو دیگر ثقافتوں پر غالب آنے سے باز رکھ سکے گی۔ خواہ یہ بات ان لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے جو تمدنوں کو قریب لانے کی بات کہتے ہیں۔

جس خوش اخلاق دنیا کی ہم بات کر رہے ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام اقوام کے درمیان سے ہر سطح پر یعنی بین الاقوامی خورد و کلاں انسانی معاشرے حتی سلامتی کونسل اور تنظیم اقوام متحدہ سے امتیازی سلوک کو اس طرح ختم کر دیا جائے کہ کوئی بڑی طاقت مشرق وسطی میں قائم کسی حکومت کے مجرمانہ ودہشت پسندانہ افعال کی پشت پناہی نہ کر سکے۔

وزیر فرہنگ وآموزش عالی نے اس امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ آئندہ سال سمندروں کا سال کہلایا جائے گا' یہ امید ظاہر کی کہ اس سال ان جنگی جہازوں اور فضائی بیڑوں کی آمد ورفت کم ہو جائے گی جنہوں نے تمام سمندروں میں علاقائی وعالمی سطح پر جنگ کے لئے خطروں میں اضافہ' زندگی کی فضا کو مکدر اور مختلف ممالک کے داخلی امور میں دخل اندازی کو پہلے کے مقابلے' اب بہت زیادہ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر معین کو یقین ہے کہ ہر منطقے میں وہ ممالک جن کی آبی حدیں مشترک ہیں امن وصلح کے زیر سایہ کسی بیرونی طاقت کی مداخلت کے بغیر بحسن وخوبی اپنی حدود متعین کر سکتے ہیں۔

آخر میں موصوف نے کہا کہ اسلامی جمہوری ایران کو امید ہے کہ جنوب خلیج فارس میں وہ اپنے ہمسایہ ممالک سے باہمی تفاہم کی روشنی میں امن وصلح کی بحالی کے لئے اس طرح تعاون کر سکتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے نظیر بن سکے۔

اقوام متحدہ کی ثقافتی تنظیم یونسکو کے جلسہ عام کی انتیسویں نشست نے اپنی کارگزاری اپنے مرکز پیرس میں شروع کی۔ یہ نشست ہر دو سال بعد تشکیل ہوتی ہے جس میں ایک سو چھیاسی ممالک سے تقریباً دو ہزار سیاسی' تمدنی اور تعلیمی میدان کی ماہر شخصیات شرکت کرتی ہیں۔

بقیہ: یونسکو کے سکریٹری جنرل کا بیان

صلح پسندانہ بیان ہمارے لئے باہمی تفاہم کا سرچشمہ اور اقوام عالم کے درمیان صلح ودوستی کے لئے حوصلہ افزا وہمت بخش پیغام ہے۔

سکریٹری جنرل کو اس بات کا یقین کامل ہے کہ جلدی ہی یہ بیانات اقوام عالم بالخصوص مغربی واسلامی ممالک پر اثرانداز ہوں گے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یونسکو کے سکریٹری جنرل جناب فذریکو مایور نے جناب خاتمی صاحب کو یہ دعوت بھی دی تھی کہ وہ اس کے اجلاس میں شرکت فرمائیں۔ لیکن خاتمی صاحب نے شرکت کرنے سے عذرخواہی کی اور اپنے نمائندہ جناب رحمت جلالی کے ذریعہ پیغام ارسال فرمادیا جسے انہوں نے حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنایا۔

اپنے تمدن کی حفاظت کرنا ہر ایشیائی فنکار کا فرض ہے۔

وزیر ارشاد اسلامی ڈاکٹر مہاجرانی کا ایشیائی خواتین سے خطاب۔

تہران (۲۳ اکتوبر) خبر گزاری جمہوری اسلامی کی اطلاع کے مطابق وزیر فرہنگ و ارشاد اسلامی جناب ڈاکٹر عطاء اللہ مہاجرانی نے ایشیائی خواتین کی تحقیقی کارگاہ فن تجسیم ASIAN WOMEN,S RESEARCH WORKSHOP FOR PERSONIFICATION ARTS کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی انفرادیت، علاقائی اقدار اور روایتی تمدن سے متاثر ہو کر ہنر و فن کے میدان میں تخلیقات پیش کرنا ہر ایشیائی فنکار کا فرض ہے۔

وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی کے ادارۂ کل روابط عامہ نے اپنی گزارشات کے ذریعے یہ اطلاع دی ہے کہ یہ تقاریب اس وقت عمل میں آئیں جب "تجلی احساس" نامی خواتین کی نقاشی نمائش کے چوتھے دورہ کا افتتاح ہوا۔ تجلی احساس نمائش کا افتتاح مختلف ممالک کے سفراور ملکی وغیر ملکی فنکاروں کی موجودگی میں نگارستان نیاوران میں کیا گیا۔

وزیر فرہنگ و ارشاد اسلامی نے مذکورہ تقاریب کے دوران فرمایا: ہر ایشیائی فنکار کو چاہئے کہ وہ اپنے ملک کی تاریخ کی بنیاد پر اور ان عمدہ اقدار کی مدد سے جو اس میں ودیعت کردہ ہیں اپنے لئے عصر حاضر کی دنیا میں بلند مقام حاصل کرے اس کے ساتھ ہی فن کی دنیا کے ان تجربات سے بھی مستفید ہوں جو ہمارے دور کی ضروریات زندگی کے دوش بدوش ارتقائی منازل طے کررہے ہیں۔

ڈاکٹر مہاجرانی نے مزید فرمایا: مشرق کی فنکاری تخیل کی ایسی دولت سے مالامال اور قدیم مفاہیم کی بنیادوں پر نقوش کے اس سرمایہ سے لبریز ہے جن کے ذریعے مجسمے اپنی خاموش زبان سے مفاہیم کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان ہی خصوصیات کی بنا پر مشرق کی فنکاری کو دنیا بھر میں منفرد تسلیم کیا گیا ہے۔

موصوف نے اس ضمن میں مزید فرمایا کہ گذشتہ دس سال کے دوران چونکہ مغربی فنکاری کی جانب خاص توجہ دی گئی مشرق کا فنکار اپنی فنکارانہ استعداد سے محروم ہو کر رہ گیا ہے۔

تقریر کے دوران ڈاکٹر مہاجرانی نے کہا کہ اس قسم کی تحقیقی کارگاہوں کی تشکیل، فنی تخلیقات کے تازہ ترین مظاہر کے بارے میں تبادلۂ نظر، علمی فکر و نظر سے واقفیت اور عصر حاضر کے فنی رموز کو درک کرنے اور اس طرح کی کارگاہوں میں شریک فنکاروں کو فنی مہارت سے واقفیت بہم پہنچانے کے لئے نہایت ضروری اور بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

موصوف نے مزید فرمایا کہ اس تحقیقی کارگاہ کا قیام اس غرض سے عمل میں آیا ہے کہ یہاں ایشیائی ممالک کی فنکار و تخلیق پسند خواتین جمع ہوں۔ اور یہاں اس حقیقت کو نمایاں کرنے کی جانب خاص توجہ دی گئی ہے کہ بہتر دنیا کی تعمیر میں خواتین کا کردار نہایت اہم ہے۔

مذکورہ تقاریب کے موقع پر ایران میں یونسکو نیشنل کمیشن کے سکریٹری جنرل جناب ڈاکٹر جلیل شاہی موجود تھے۔ موصوف نے ایشیائی خواتین کارگاہ فن تجسیم کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے اپنی گزارشات میں فرمایا کہ دنیا کی قابل یادگار چیزوں کا تحفظ اور موجودہ تمدنوں کو فروغ دینے کے لئے فعال میدان ہموار کرنا یونسکو کے دو اہم پروگرام ہیں۔ اور اس قسم کی تحقیقی کارگاہوں کی تشکیل یونسکو کے پروگرام کو عملی صورت دینے میں یقیناً معاون ومددگار ثابت ہوگی۔ ایشیائی خواتین کی یہ تحقیقی کارگاہ فن تجسیم ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ اس کارگاہ میں بارہ ایشائی ممالک کی بیس خاتون فنکاروں نے شرکت کی۔

یونسکو سکریٹری جنرل کا اعتراف:

صدر خاتمی کا پیغام اقوام عالم کے درمیان صلح و دوستی کے لئے ایک حوصلہ مند اور ہمت افزا پیغام ہے۔

[illegible] آزادی جمہوری اسلامی ایران کی اطلاع کے مطابق اقوام متحدہ کی [illegible] کے اجلاس میں جب صدر [illegible] خاتمی کا پیغام [illegible]

[illegible]

[illegible] کے ساتھ جو مظالم کئے ہیں ان کے لئے اس طرح مغربی اقوام [illegible] معافی مانگنے کے لئے تیار تھا اسی طرح انہیں چاہئے کہ وہ ان اقوام سے بھی معافی مانگیں جن کا انہوں نے اب تک استحصال کیا

ہے۔ تاکہ ان کا یہ اقدام گذشتہ دشمنوں پر مرہم رکھنے کے اور عداوت و دشمنی کو ختم کرنے کے لئے فضا ہموار ہو سکے۔

انہوں نے کہا کہ اس پیغام میں یہ بھی کہا گیا کہ عالمگیر تہذیب و تمدن کا مفہوم اس معنی میں نہیں ہونا چاہئے کہ اسے مغرب کا رنگ دے دیا جائے۔ اگر ہم تہذیب و تمدن کی عالمگیری کے قائل ہیں تو ہمیں تمدنوں کی حقیقت کو تسلیم کرنا چاہئے اور کسی ایک تہذیب و تمدن کو سب پر مسلط نہیں کرنا چاہئے۔

سکریٹری جنرل نے مزید فرمایا کہ صدر جمہوریہ اسلامی ایران نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس وقت ایران کا دانشور طبقہ اس مقصد کے لئے مکمل طور پر آمادہ ہے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ یونسکو سے تعاون کرے تاکہ وہ ایسی فضا بنا جائے کہ آئندہ دنیا کو مظالم و خطرات سے نجات دلا سکے۔

سکریٹری جنرل کے مشیر سے جب یہ سوال کیا گیا کہ اس کانفرنس میں شریک نمائندوں نے خاتمی صاحب کا پیغام سن کر کیا اثر قبول کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کا رد عمل بہت مثبت تھا اور سب ہی اس پیغام سے خوش تھے۔ اس ضمن میں موصوف نے مزید کہا کہ دنیا کی تمام جمہوریتوں کے صدور میں سے صرف ایران کے ہی صدر جمہوریہ کو یہ دعوت دی گئی تھی۔ اور موصوف نے بھی نہایت خوش خلقی کے ساتھ باہمی تفاہم کو سراہا۔ سکریٹری جنرل نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ مغرب کو بھی چاہئے کہ انصاف سے کام لے۔ ماضی میں اس نے جو کچھ کیا ہے اس سے وہ باخبر ہے اور جو مظالم اس نے کئے ہیں انہیں فراموش نہ کرے۔

سکریٹری جنرل کے مشیر نے صرف صدر خاتمی صاحب کو دعوت دیئے جانے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ جیسا کہ یونسکو کے سکریٹری جنرل (فدریکو مایور) نے بھی کہا ہے۔ اور میں بھی اسی بات کو یہاں دوبارہ بیان کر رہا ہوں کہ خاتمی صاحب نے انتخابات کے دوران جس طرح مہم چلائی اور تین کروڑ افراد پر مشتمل عورتوں اور مردوں نے جس صحتمندانہ ماحول میں کسی کشیدگی کے بغیر اس میں حصہ لیا وہ نہایت دلچسپ دلکش نمونہ تھا۔ اسی کیساتھ یہ بھی ہے کہ خاتمی صاحب کی شخصیت اور موصوف کا

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

"عراقی عوام پر فوجی حملے کی دھمکی غیر قانونی امریکی تاناشاہی ہے۔"

—— آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای

اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے ۱۷ فروری کو شہر بندر عباس میں صوبہ ہرمزگان کے لاکھوں افراد پر مشتمل ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ملت عراق کے خلاف امریکہ کی فوجی دھمکی کو غیر قانونی امریکی تاناشاہی قرار دیتے ہوئے عراق پر کئے جانے والے ہر اس فوجی حملے کی سخت مذمت کی جس کے نتیجے میں بے گناہ عراقی عوام کے قتل عام کے علاوہ کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔

انہوں نے خلیج فارس کے علاقے میں اسلام دشمن قوتوں بالخصوص حکومت امریکہ کے تعینات کئے گئے مسلح بحری جنگی جہازوں کو اس حساس علاقے کی سلامتی کے لئے خطرناک اور دھمکی آمیز قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی ملک ایران ایک طاقتور' مستحکم اور ثابت قدم نظام حکومت' عوام کی غیر معمولی بیداری و ہوشیاری اور اپنی مسلح افواج کی ہمہ تن آمادگی کی وجہ سے نہ صرف ان دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ان دھمکیوں کا منہ توڑ جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے خلیج فارس میں امریکی فوجیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ محض امریکی بہانہ تراشی کا نمونہ ہے اور اقوام متحدہ و سلامتی کاونسل کی قرارداد سے اس امریکی اقدام کا کوئی سروکار نہیں۔ درحقیقت امریکہ ایک خاص مقصد و منصوبہ کے تحت حکومت صدام کے ساتھ ٹکرانا چاہتا ہے لیکن اس ہوائی 'میزائلی اور لیزری حملے کے دوران عراق کے عام شہریوں کو بھی قتل و غارتگری کا نشانہ بنایا جائے گا اور ملت عراق کو وحشیانہ مظالم جھیلنے پڑیں گے اور ان بے گناہوں کا خون انہیں لوگوں کی گردن پر ہوگا جو اس فوجی کارروائی کے حق میں تصمیم گیری و فیصلہ کرتے ہیں۔

اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان نے عالمی مسائل میں طاقت کے زور پر امریکی مداخلت و موجودگی کو لائق مذمت قرار دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ والے پوری دنیا کو ایک سلطنت اور خود کو اس مملکت عظیم کا مطلق العنان حکمراں خیال کرتے ہیں اور ان امریکی حکمرانوں کی نظر میں درحقیقت اقوام عالم کے عزم وارادہ' حق رائے دہندگی اور ان کی آزادی و خودمختاری کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی نظر میں یہ تمام چیزیں ایک عام اور معمولی حادثہ وافسانہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دراصل عراق پر فوجی حملے کے ذریعہ امریکہ کا ارادہ ہے کہ وہ عالمی مسائل میں اپنی طاقتورانہ مداخلت کو قاعدہ و قانون اور تسلیم شدہ راہ وروش کی حیثیت دے دے لہذا یہ پوچھا جانا چاہئے کہ دنیا کا ایسا کون سا قانون ہے جس نے امریکہ کو یہ حق دے دیا ہے کہ ملت عراق کو خاک وخون میں غلطاں کرنے کا فیصلہ کرلے۔

قائد انقلاب اسلامی نے مظلوم عراقی عوام پر جدید امریکی جنگی اسلحوں کی آزمائش کو ظالمانہ امریکی ثقافت کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ خلیج فارس میں امریکی افواج کی موجودگی اور عراق یا کسی دوسرے علاقے پر اس کا احتمالی فوجی حملہ درحقیقت اس علاقے میں فتنہ وفساد اور گڑبڑی پھیلا کر اس علاقے کے لوگوں کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بناتا ہے اور دوسری طرف اس علاقے میں ظالم وغاصب صہیونی حکومت کو مستحکم بنائے رکھنا ہے۔ ہم اس امریکی اقدام کو خلیج فارس میں زندگی بسر کرنے والی قوموں کے خلاف ایک شیطانی حرکت سمجھتے ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای نے اپنی تقریر میں اس بات پر کافی زور دیا کہ ملت اسلامیہ ایران—امریکی شیطنت اور اس کے پرفریب ہتھکنڈوں سے بخوبی آشنا ہے۔ انہوں نے مجوزہ امریکی فوجی حملے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی ملک ایران ایک قابل فہم منطق کی پیروی کرتے ہوئے اور عالمی رائے عامہ کے لئے قابل قبول اصول کے تحت یہ اعلان کرتا ہے کہ ایران خلیج فارس کے علاقے میں امریکی افواج کی موجودگی اور سرزمین عراق پر کسی بھی فوجی حملے کا مخالف ہے لیکن اس مخالفت کا یہ مفہوم ومطلب نہ نکالنا چاہئے کہ عراق کی بعثی حکومت کی ہر سیاست' جملہ راہ وروش اور اس کے تمام اعمال وافعال کو ایران کی حمایت حاصل ہے۔

قائد انقلاب اسلامی ایران آیت اللہ خامنہ ای نے متحد و مومن و مخلص اور ثابت قدم ایرانی عوام کے سامنے امریکہ کی ناتوانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "دنیا کی بڑی سے بڑی مادی طاقت میں اتنا دم نہیں ہے کہ وہ اسلامی ملک ایران کے ساتھ ٹکرلے اور اس پر غالب آجائے کیونکہ ایسی متحد جانباز قوم سے ٹکرانے والے کو بہر حال شکست وناکامی سے

ہی دوچار ہوتا ہے۔ جو لوگ خدا اور اسلام کو عزیز رکھتے ہیں' قرآن کو اپنے اعمال کی کسوٹی قرار دیتے ہیں' آزادی واستقلال کی قدر ومنزلت سے بخوبی آشنا ہیں' وہ بڑے سے بڑے دشمن کے مقابلے میں بھی یقینا کامیاب ہونگے۔"

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ ملت عظیم الشان ایران پہلے سے طے شدہ مقصد کی طرف گامزن ہے' بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ خداوند عالم کا لطف وکرم ہے کہ آج ہم اپنے اسلامی ملک کو صحیح' پر شتاب' معقول اور امید افزا راہ پر آگے بڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور یہ روشن وتابناک مستقبل کی علامت ہے لیکن ابھی منزل مقصود تک پہنچنے میں کافی فاصلہ باقی رہ گیا ہے۔ ہم سبھی لوگوں کو خدا کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے تاکہ احکام خداوندی اور ارشادات قرآنی کی پیروی کرتے ہوئے اتحاد' ہمدلی اور ہم جہتی کے ساتھ ہم ایک مثالی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کر سکیں۔

حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے ملک کے ذمہ دار حکام کو امین' معتمد' رحمدل' پاکدل اور نیک نیت بتاتے ہوئے فرمایا کہ "قرآن واسلام کی بنیاد پر انقلاب نے جس راہ وروش کا تعین کر دیا ہے وہ جاری رہے گی اور سوئی کی نوک کے برابر بھی انحراف نہ پیدا ہوگا۔"

انہوں نے شہر بندر عباس کے لوگوں کو سامراج دشمن لڑائی میں تاریخی تجربے کا حامل بتاتے ہوئے کہا: اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد صوبہ ہرمزگان کے لوگوں کی عوامی اور فطری صلاحیتوں میں غیرمعمولی اضافہ ہوا ہے۔ اسلامی جمہوری ایران کی حکومت نے اس علاقے کی تعمیر وترقی کے لئے عملی قدم اٹھائے ہیں لیکن سابقہ ظالم طاغوتی حکومت کے زمانہ میں اس علاقے کی طرف سے کی گئی لاپرواہی کی وجہ سے ابھی مطلوبہ ترقی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ ہرمزگان کے لوگوں میں تجارت' زراعت' صنعت اور غیر ملکی سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غیر معمولی مہارت وصلاحیت موجود ہے اور ان صلاحیتوں کو اور زیادہ بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ درحقیقت ہرمزگان ایک غنی وثروت مند علاقہ ہے اور تعمیر وترقی کی موجودہ راہ وروش کے دوام اور مہربان ذمہ دار حکام کی لگن وکوشش کی وجہ سے یہ علاقہ یقینا ایک درخشاں مستقبل کا حامل ہوگا۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے جنرل سکریٹری کی تنظیم کے سربراہ سید محمد خاتمی سے ملاقات

اسلامی کانفرنس تنظیم کے جنرل سکریٹری عزالدین عراقی نے تنظیم کے سربراہ اور صدر جمہوریہ اسلامی ایران حجت الاسلام والمسلمین سید محمد خاتمی سے ملاقات اور گفتگو کی۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کی سرگرمیوں میں مزید اضافہ کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید محمد خاتمی نے کہا کہ موجودہ دور میں دنیائے اسلام امید وبیم کے درمیان زندگی بسر کر رہی ہے لہذا ایک طرف سے ہم لوگوں کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اسلامی دنیا کے مثبت پہلوؤں میں اضافہ ہو اور دوسری طرف اس میں موجود منفی پہلوؤں میں کمی واقع ہوتی رہے' یہاں تک کہ ہم ان منفی پہلوؤں پر پوری طرح غلبہ حاصل کر لیں۔

صدر جمہوری اسلامی ایران سید محمد خاتمی نے دنیائے اسلام بالخصوص عراق کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلامی کانفرنس تنظیم اور بین الاقوامی اداروں کے درمیان باہمی تعاون پر زور دیتے ہوئے عزالدین عراقی سے فرمایا: "اسلامی کانفرنس تنظیم کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے آپ کو عراق کے موجودہ بحران کو حل کرنے کیلئے متعلقہ گروہوں سے باقاعدہ گفتگو کرنی چاہئے اور اس بات کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے تاکہ سرزمین عراق میں کوئی المناک سانحہ رونما نہ ہو۔

صدر تنظیم سید محمد خاتمی نے کہا کہ اسلامی کانفرنس درحقیقت اسلامی مفکرین کے درمیان موجود فکری تنوع کے ذریعہ اسلام کے حقیقی چہرہ کو اور زیادہ روشن اور تابناک بنا سکتی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ اسلامی کانفرنس تنظیم ایک مرکز کی تشکیل کے ذریعہ دنیائے اسلام' ادیان ومذاہب اور ثقافتوں کے درمیان گفتگو کا نیا باب قائم کر سکتی ہے۔

اس تنظیم کی مالی حالت کی اصلاح کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے صدر اسلامی کانفرنس تنظیم حجت الاسلام سید محمد خاتمی نے یہ تجویز رکھی کہ کانفرنس کے سکریٹریٹ کو ایک ایسا فنی' اقتصادی اور آمدنی والا منصوبہ تیار کرنا چاہئے جس کے لئے بنیادی پونجی ممبر ملکوں کی طرف سے فراہم کی جائے اور بعد میں اس سرمایہ کاری سے ہونے والی آمدنی سے تنظیم کے اخراجات پورے ہوتے رہیں۔

تنظیم کے جنرل سکریٹری عزالدین عراقی نے اسلامی جمہوریہ ایران کے حکمراں طبقے کے لوگوں کے ساتھ اپنی گفتگو کے نتائج اور لازمی اقدامات کا ذکر

کرتے ہوئے فرمایا کہ "وسیع اور روشن نقطۂ نظر سے مالامال ہونے کی وجہ سے آپ لوگوں کے ساتھ تعاون کرنا میرے لئے بہت سہل اور آسان ہے۔"

جنرل سکریٹری عزالدین نے تنظیم کے مالی مسائل کے سلسلے میں ایک رپورٹ پیش کرتے ہوئے تنظیم کے سکریٹریٹ کے ڈھانچے میں تشکیلاتی تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے صدر تنظیم کے سامنے ایک خصوصی منصوبہ بھی پیش کیا۔

جشن منتظرؑ و جلسۂ تقسیم انعامات

شکارپور۔ ۱۵ر رمضان المبارک (۱۹ر دسمبر) اسلامیہ پبلک [illegible] کی جانب سے مدرسہ ناصر العلوم میں جشن منتظر اور جلسۂ تقسیم انعامات تبلیغ دین انعامی مقابلہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں نظامت کے فرائض جناب [illegible] علی صاحب نے انجام دیئے۔ جلسے کی صدارت مولانا انصار حسین صاحب ترابی امام جمعہ والجماعت شکارپور نے کی۔ جلسے کا آغاز مولانا احسان عباس صاحب واحدی مبارکپوری نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ ولادت باسعادت امام مہدی علیہ السلام کی مناسبت پر مقامی شعرائے کرام نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

بعد محفل "تبلیغ دین انعامی مقابلہ" میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے حضرات جن میں اول جناب علی ریحان، دوم جناب غضنفر عباس صاحب اور سوم جناب نادر حسین کو صدر جلسہ جناب مولانا انصار حسین صاحب نے اپنے دست مبارک سے انعام پیش کئے۔

مولانا احسان عباس صاحب واحدی مبارکپوری نے ولادت حضرت حجتؑ کے سلسلے میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے اہمیت علم دین و اخلاق پر زور دیا۔

لداخ میں یوم قدس

۲۳ر رمضان المبارک بعد از نماز جمعہ امامیہ جامع مسجد لیہہ میں رہبر کبیر و بانی جمہوری اسلامی ایران حضرت آیت اللہ امام خمینیؒ کے فرمان کے مطابق یوم قدس کے سلسلے میں ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں اور لوگوں کے علاوہ جناب شیخ حسن ناصری صاحب، جناب شیخ محمد علی زہدوی صاحب امام جمعہ، جناب شیخ مرزا حسین صاحب صدر انجمن امامیہ اور جناب قمر علی اخون صاحب وزیر مملکت برائے تعمیرات عامہ ریاست جموں و کشمیر نے بھی اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ مقررین نے اتحاد بین المسلمین اور انقلاب اسلامی ایران کے بعد کی اہم تبدیلیوں پر روشنی ڈالی۔ نیز حکومت جمہوری اسلامی ایران کی مضبوطی اور ولی فقیہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی خامنہ ای مدظلہ و مراجع عظام حفظہم اللہ کی صحت و سلامتی کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔

اس موقع پر غاصب اسرائیل سے فلسطین کی آزادی اور بیت المقدس کی حرمت کی بحالی اور سلامتی و امن عالم کے لئے بھی دعائیں کی گئیں۔

مجلس عزائے امیر المومنینؑ

جھانسی۔ (۲۳ر جنوری) جناب آفاق علی کی اطلاع کے مطابق امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے یوم شہادت کے موقع پر بعد نماز فجر عزاخانہ پنجتنی میں حسب روایت ایک مجلس عزا برپا ہوئی جسے نامور خطیب اہلبیت مولانا السید کاظم عابدی صاحب قبلہ (غازی پوری) نے خطاب فرمایا۔ مولانا موصوف نے سیرت مولائے کائناتؑ پر نہایت بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے حضرتؑ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ نیز اخبارات شہادت بیان فرمائے۔

۱۱ر فروری یعنی انقلاب اسلامی ایران کی انیسویں سالگرہ

جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو انقلاب اسلامی ایران نے دنیا کی طاقتور ترین شاہی حکومت کے خلاف عظیم الشان کامیابی حاصل کی تھی لہٰذا ہر سال فقط ایران ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں اس عوامی اور اسلامی انقلاب کی سالگرہ کا جشن منایا جاتا ہے۔

سرزمین ایران کے ہر شہر اور دیہات میں انقلاب کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور ایران کے مرکزی شہر تہران میں جشن سالگرہ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اور اس ملک کے لاکھوں لوگ، جن میں خواتین، بوڑھے اور بچے بھی شامل ہوا کرتے ہیں، تہران میں منعقد خصوصی مظاہرہ میں شریک ہو کر امام خمینیؒ اور دیگر شہداء انقلاب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ملک میں قائم اسلامی جمہوری اسلامی نظام کی بھرپور حفاظت اور قائد انقلاب اسلامی کی پیروی کا عہد کرتے ہیں اور انقلاب دشمن طاقتوں پر یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ ہزاروں فرزندان توحید کی شہادت کے بعد عظیم الشان کامیابی

حاصل کرنے والے اسلامی انقلاب کے محافظ پوری طرح بیدار ہیں۔

امسال بھی ۱۱ر فروری کو تہران میں اس خصوصی مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں برفباری کے باوجود لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ مظاہرین اپنے کندھوں پر امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کی تصویریں لئے ہوئے تھے اور تہران کی فضا میں "امریکہ مردہ باد" اور "اسرائیل مردہ باد" کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ اس مظاہرہ کے ذریعہ ایرانی عوام نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ امریکہ کو اسلام اور مسلمانوں کا جانی دشمن مانتے ہیں۔

جشن سالگرہ کے موقع پر منعقدہ اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر حجت الاسلام محمد خاتمی نے عراق پر کسی بھی طرح کے فوجی حملے کی سخت مذمت کی اور سیاسی اختلافات کے باوجود ایرانیوں سے باہمی اتحاد برقرار رکھنے کی اپیل بھی کی۔

انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج ملت اسلامیہ عراق فوجی حملے کی دھمکی کے سایہ میں زندگی بسر کر رہی ہے اور کسی وقت بھی اس مظلوم قوم کو فوجی حملے کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

انہوں نے اس سلسلہ میں کہا کہ تنظیم اسلامی کانفرنس کے سربراہ کی حیثیت سے میں دنیا بھر کی حکومتوں، مسلمانوں اور صلح پسند عالمی اداروں سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ سرزمین عراق میں المناک سانحہ رونما نہ ہونے دیں اور پورے علاقے کی سلامتی کو برقرار رکھیں۔

صدر جمہوری اسلامی ایران سید محمد خاتمی نے واضح انداز میں ایرانی موقف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ ہم اس بات کی سفارش کرتے ہیں کہ حکومت عراق کو بین الاقوامی قوانین و قراردادوں کی پیروی کرنی چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم عراق اور عراقی مظلوم عوام پر ہر طرح کے فوجی حملے کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ علاقہ خلیج فارس میں مغربی بحری فوج کی موجودگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صدر جمہوریہ اسلامی ایران خاتمی نے کہا کہ یہ اس علاقہ کی قوموں کی بے حرمتی ہے۔ انہوں نے پڑوسی ممالک سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ علاقائی امن و سلامتی کو محفوظ رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔

صدر جمہوریہ سید محمد خاتمی نے اعلان کیا کہ جمہوری اسلامی ایران دنیا کی تمام قوموں کے لئے صلح سلامتی، استقلال و آزادی اور عدل و انصاف کا حامی ہے لیکن حقیقی صلح وہی ہے جس میں تمام انسانوں کا احترام ہو اور ان کے حقوق کا بھرپور خیال کیا جائے۔ اور ایران اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ مشرق وسطی میں قیام صلح کے لئے جو راہ و روش اختیار کی جا رہی ہے اس سے فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کی پامالی یقینی ہے اسی وجہ سے ایران اس نام نہاد صلح کی مذمت کرتا چلا آ رہا ہے۔

صدر جمہوری اسلامی ایران حجت الاسلام سید محمد خاتمی نے پڑوسی ملک افغانستان میں جاری خانہ جنگی اور برادر کشی کو دنیائے اسلام کا بڑا المیہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ سر دست ملت افغانستان اس خانہ جنگی اور آدم کشی جیسی بڑی پریشانی سے دوچار ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ انشاءاللہ جلد ہی اس ملک میں امن و سلامتی کا ماحول قائم ہو جائے گا۔

اسی طرح صدر خاتمی نے الجزائر میں بے گناہوں کے قتل عام کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس پر آشوب دور میں ہم لوگوں کو اپنے ملک میں موجود امن و سلامتی جیسی گرانقدر نعمت کی قدر کرنی چاہئے۔ آج ہمارے ملک میں امن و سلامتی کا ماحول ہے، ملک ترقی و خوشحالی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور حکومت و عوام کے درمیان مستحکم روابط قائم ہیں۔ یہ ایک عظیم نعمت الٰہی ہے جس کے لئے ہم لوگوں کو اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

اس عظیم الشان جشن سالگرہ کے موقع پر ۱۵ر خرداد فاؤنڈیشن کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ سلمان رشدی کے خلاف امام خمینیؒ نے جو تاریخ ساز فتویٰ صادر کیا تھا، وہ اپنی جگہ پر باقی ہے اور دنیا کا بڑے سے بڑا دباؤ بھی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتا، صرف یہی نہیں بلکہ اس انقلابی تنظیم نے یہ اعلان بھی کیا کہ مرتد زمانہ سلمان رشدی جیسے واجب القتل اسلام دشمن کو مارنے والے شخص کے لئے جس رقم کا اعلان کیا گیا تھا، اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس تنظیم کے سربراہ نے یہ امید ظاہر کی کہ مسلمان اس فتوے کو جلد از جلد عملی جامہ پہنا دیں گے۔

تہران کے علاوہ دنیا کے دیگر ملکوں میں بھی

اسلامی انقلاب کی سالگرہ کا جشن منایا گیا اور شہداء انقلاب کو نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا۔ اس موقع پر سفارتخانہ وخانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران نئی دہلی کی طرف سے ہونے والے پروگرام کے علاوہ مختلف مذہبی اور ادبی تنظیموں کی طرف سے بھی ثقافتی پروگرام منعقد ہوئے۔ کرگل کشمیر اور حوزہ علمیہ مظفر نگر کے طلاب اور اساتذہ نے بھی جشن سالگرہ کے موقع پر امام خمینیؒ کی گرانقدر خدمات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ امام خمینیؒ نے ملت اسلامیہ عالم کو غیر معمولی بیداری سے مالامال کر دیا ہے۔ مقررین نے موجودہ قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی قیادت میں مکمل اعتماد ظاہر کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی کہ انشاء اللہ ان کی قیادت میں اسلام دشمن طاقتوں کو ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ حاضرین نے موجودہ قائد کی حیات میں اضافہ اور پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے دعائیں کیں۔

کیرانہ میں جشن امام مہدیؑ

جناب وصی حیدر ساقی کی اطلاع کے مطابق سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی جشن امام مہدی علیہ السلام ۱۴ر شعبان المعظم کی شب مطابق ۱۵ر دسمبر امام بارگاہ میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت جناب سرور حسین صاحب نے کی اور نظامت کے فرائض شہزادہ ساقی نے انجام دئے۔

قاری حافظ محمد طاہر صاحب نے تلاوت کی۔ ڈاکٹر عوض، عشرت حسین، وصی حیدر ساقیؔ، ڈاکٹر حسنین، علی عباس حسینی اور شاہ نواز زیدی صاحبان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اپنے کلام پیش کئے۔ محفل دیر رات تک چلتی رہی۔

جلالپور میں جشن پیروزی انقلاب اسلامی

عارف حسین صاحب کی اطلاع کے مطابق سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی بتاریخ یکم فروری مدرسہ امامیہ مہدیہ محلہ عثمان پور۔ ضلع امبیڈکر نگر انقلاب اسلامی ایران کی ۱۹ اروین سالگرہ اور تعلیمی ہفتہ کی مناسبت سے ایک عظیم الشان جلسہ حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حسن رضا جلالپوری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مدرسہ کے بچوں نے نظم، سورہ جمعہ، رحمٰن، قومی ترانہ اور مکالمہ پیش کیا۔ بعدہ شعراء کرام نے اپنے مخصوص انداز میں انقلاب اسلامی ایران اور حضرت امام خمینیؒ اور تعلیم کے سلسلے میں اشعار پیش کئے اس کے بعد علماء عظام نے انقلاب اسلامی اور حضرت امام خمینیؒ کی سیرت وکردار پر روشنی ڈالی۔

اختتام پر صدر جلسہ حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حسن رضا جلالپوری نے انقلاب اسلامی ایران کی فتح وکامیابی کی ۱۹ اروین سالگرہ پر پُر مغز روشنی ڈالی۔

صدام نے ایران کے خلاف کیمیاوی اسلحوں کا استعمال کیا تھا

——— برطانوی وزیر خارجہ کا اعتراف

برطانوی وزیر خارجہ رابن کک نے اپنے حالیہ بیان میں سرکاری طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ مسلط کردہ عراقی جنگ کے دوران صدام حسین نے ایران کے خلاف کیمیاوی اسلحوں کا استعمال کیا تھا۔

رابن کک نے برطانوی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ صدام حسین نے اپنے ہم وطن عراقیوں کے خلاف حلبچہ شہر میں پانچ ہزار لوگوں کے خلاف انہیں کیمیاوی بموں کا استعمال کیا تھا اور یہ بات ہرگز نہیں کہی جاسکتی کہ وہ آئندہ ان اسلحوں کا استعمال نہ کرے گا۔

دنیا کی ۱۶ زبانوں میں قرآن کریم کے ترجموں کی نمائش

تہران۔ ۱۹ر جنوری۔ قرآن کریم کی پانچویں نمائش کے دوران دنیا کی ۱۶ زندہ زبانوں میں اس مقدس کتاب کے ترجموں کو خواہشمند حضرات کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس خصوصی نمائش میں انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، اٹالیائی، اسپینی، روسی، ہندی، قزاقی، چینی، جاپانی، ترکمنی، اردو، افریقی زبان ہوسا، فلپینی، ترکی آذری اور ترکی استامبولی زبانوں میں کئے گئے ترجمے شامل تھے۔ واضح رہے کہ اب تک دنیا کی سو زبانوں اور مقامی بولیوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ قدیم ترجمہ برطانوی مترجم جارج سیل کا انگریزی ترجمہ ہے جو ۱۸ اویں صدی عیسوی میں کیا گیا تھا اور جس کا ایک نسخہ اس خصوصی نمائش میں بھی شامل تھا۔

"قرآن کریم اور اقوام عالم" نامی ہال کے ایک گوشہ میں قرآن کے مختلف رسم الخط کا ایک نمونہ بھی رکھا گیا تھا جو مرحوم میرزا حسین خواجوئی کی یادگار ہے جس کو خوردبین کی مدد کے بغیر ٹھیک سے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ ہنری اور فنی نمونہ خط غبار میں تیار کیا گیا ہے اور دوربین کے بغیر اس خط کا پڑھا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔

آئندہ صدی کا تعلق اسلام سے ہے

لوئیس فراخان

امریکہ میں "امت اسلامیہ" پارٹی کے صدر لوئیس فراخان نے خرطوم میں واقع ایک مسجد میں اپنی ایک تقریر کے دوران یہ اعلان کیا کہ اکیسویں صدی' اسلام اور مسلمانوں کی صدی ہے۔ انہوں نے سوڈان کے پڑوسی ملکوں کو فراہم کی جانے والی امریکی فوجی امداد کا مقصد اسلام کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرنا بتاتے ہوئے کہا کہ سوڈان بہر حال کامیاب ہوگا کیونکہ کامیابی تو اسلام کا مقدر ہے۔

واضح رہے کہ امریکی حکومت نے گزشتہ سال سوڈان کے تین پڑوسی ممالک ایتھوپیا' اریٹریا اور یوگنڈا کو ۲۰ ملین ڈالر کی فوجی امداد فراہم کی ہے۔ اسی کے ساتھ امت اسلامیہ کے قائد لوئیس فراخان نے اسلامی ممالک مثلاً ایران' لیبیا' سوڈان' شام اور عراق کے خلاف امریکہ کے خفیہ اور اعلانیہ اقدام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ امریکہ کس حد تک اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پر کمربستہ ہے۔

لوئیس فراخان گزشتہ نومبر سے دنیا کے ۵۴ ملکوں کے دورہ پر نکلے ہیں اور اب تک ۱۹ ملکوں کا سفر کر چکے ہیں انہوں نے خرطوم میں ایک پریس ملاقات میں اعلانیہ انداز میں بتایا کہ امریکی قیادت میں دنیا کی سامراجی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں لگی ہوئی ہیں۔

انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی بتایا کہ دنیا اسلام اور اس کی روز افزوں وسعت و مقبولیت سے خوفزدہ ہے کیونکہ اسلام مسلمانوں کو مغرب کی ہوس کا شکار بننے سے روکتا ہے۔ انہوں نے نہایت واضح انداز میں بتایا کہ عصر حاضر میں اسلام' امریکہ میں ایک مضبوط طاقت کی حیثیت رکھتا ہے اور اس وقت ۱۷ لاکھ ۵۰ ہزار سے زیادہ مسلمان اس ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہندستان میں عالمی یوم قدس

سالہائے گزشتہ کی طرح امسال بھی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو ہندستانی مسلمانوں نے ملک کے مختلف شہروں میں عالمی یوم قدس منایا۔ اس موقع پر دہلی اور اس کے اطراف کے مسلمانوں نے فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی کا مطالبہ کرنے کیلئے اور اسرائیلی حکومت کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے نئی دہلی میں بھی مظاہرہ کیا۔

مظاہرین اپنے کندھوں پر امام خمینیؒ اور موجودہ قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی تصویریں لئے دہلی کی اہم سڑکوں سے گزرے۔ ان مظاہرین کے ہمراہ امام خمینیؒ اور آیت اللہ خامنہ ای کے اقوال پر مشتمل تختیاں اور اشتہارات بھی تھے جن میں مسلمانان عالم سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ دشمنان اسلام سے پوری طرح ہوشیار رہیں اور سیاسی بیداری کے ساتھ بیت المقدس کی آزادی کے لئے لازمی کوشش جاری رکھیں۔ مظاہرین دہلی کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے امریکہ مردہ باد اور اسرائیل مردہ باد کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

ان روزہ دار مسلمانوں نے مظاہرہ کے آخری مرحلہ میں عام اجتماع بھی کیا جس میں مقررین نے بیت المقدس کی اہمیت اور اس کی آزادی کے سلسلے میں تقریریں بھی کیں۔ ان تقریروں میں یہ کہا گیا کہ ملّت اسلامیۂ عالم کو بیت المقدس اور فلسطین کی آزادی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے امام خمینیؒ نے جمعۃ الوداع کو عالمی یوم قدس قرار دیا تھا۔ اسلام دشمن طاقتوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ ملت اسلامیہ عالم پوری طرح بیدار ہے۔ بیت المقدس اس کا قبلۂ اوّل ہے اور یہ قوم اس کی مکمل آزادی کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھے گی۔

مظاہرہ کے آخری مرحلہ میں تمام لوگوں نے متفقہ طور پر قرارداد بھی منظور کی جس میں امریکہ اور اسرائیل کی اسلام دشمنی انسانیت کشی اور نسل پرستی کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی کا بھرپور مطالبہ بھی کیا گیا۔ اس کے علاوہ دہلی کے آئمۂ مساجد نے بھی اپنے خطبۂ نماز جمعہ میں حاضرین کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ بیت المقدس مسلمانوں کی ملکیت ہے لہٰذا ساری دنیا کے مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ فلسطینی مظلوموں کے ساتھ اپنی ہمدردی اور ظالم وغاصب اسرائیل سے اپنی نفرت و بیزاری کا اعلان کریں۔

دہلی کے علاوہ ہندستان کے دیگر شہروں مثلاً مظفر نگر' حیدرآباد' لکھنؤ' بنارس' کشمیر کے سرینگر اور کرگل وغیرہ میں بھی عالمی یوم قدس کے سلسلے میں مذہبی اجتماعات بھی منعقد ہوئے جس میں مقررین نے فلسطینی مظلوموں کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔

تقسیم باب العلم ایوارڈ

حضرت صاحب العصر والزمانؑ کی تاریخ ولادت (نیمۂ شعبان) کی مناسبت کے تسلسل میں ۲۴ر شعبان کو نور خاں بازار حیدرآباد میں ایک جشن منعقد کیا گیا۔ اس جشن میں اسلامی جمہوری ایران کے

حیدر آباد میں قونصل جنرل جناب علی رضا ایروش نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔

اس موقع پر باب العلم پبلیکیشن دینی مدرسہ اور لائبریری کی مشارکت سے "باب العلم ایوارڈ ۱۹۹۷ء" تقسیم کئے گئے۔ جلسے کی صدارت علامہ سید حسین اختر زیدی نے کی محمد کرار علی خان پرویز کو کمپیوٹر سے MCA میں امتیازی کامیابی اور سید حسن رضا عابدی سحر کو اوائل عمر میں مکمل کلام پاک پر باب العلم انعامات سے نوازا گیا۔ باب العلم مدرسہ کے بعض طلباء وطالبات کو بھی انعامات دیئے گئے۔ انعامات قونصل جنرل نے تقسیم کئے۔

جناب سید بدر الحسن زیدی نے حضرت علی علیہ السلام کے بعض خطبات سے اقتباسات پیش کئے اور سید محمد علی کرمانی صاحب نے منقبت پیش کی۔ جناب ایس۔ ایم حسن صاحب نے شرکاء جلسہ کے لئے کلمات تشکر بیان فرمائے۔

مسلمان فرانسیسی دانشور کے خلاف عدالتی کارروائی۔

فرانس کے نامور دانشور اور گرانقدر مصنف "روژہ گارودی" کو کچھ دنوں قبل عدالتی کارروائی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ انہوں نے صہیونیت کے جھوٹے پروپگنڈوں کی اعلانیہ مخالفت کی ہے۔

اس مسلمان فرانسیسی دانشور نے اپنی ایک کتاب میں صہیونیوں کی انسانیت دشمن اور نسل پرست سیاست کے خلاف اعتراض کیا تھا۔ روژہ گارودی اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ "یہودیوں کو زندہ جلادینے کا افسانہ ایک بہت بڑا اور سفید جھوٹ ہے اور صہیونی جلاد ان بے بنیاد افسانوں کے ذریعہ سرزمین فلسطین میں اپنی ظالمانہ حرکتوں کو جائز اور قانونی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔"

واضح رہے کہ صہیونی عناصر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمن والوں نے ۴۰ لاکھ یہودیوں کو زندہ جلا دیا تھا۔

اکثر بین الاقوامی صحافتی تنظیموں نے حکومت فرانس کے اس اقدام کی مخالفت کرتے ہوئے "روژہ گارودی" کے ساتھ اپنی حمایت وہمدردی بھی ظاہر کی ہے۔

دوسری طرف "روژہ گارودی" نے اپنی تازہ ترین کتاب "امریکہ' زوال وانحطاط کا لیڈر" میں امریکی طرز تعمیر وترقی کو دنیا کی بدترین اور شرمناک ترین ترقی قرار دیا ہے۔

روژہ گارودی نے اپنی اس کتاب میں دلائل وشواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ امریکہ نے دنیا والوں کے درمیان جس ترقی کی تبلیغ واشاعت کی ہے' اس کے نتیجے میں سماجی انصاف کا خاتمہ ہو چکا ہے' سماج میں طبقاتی کشمکش میں کافی اضافہ ہوا ہے' لوگوں کے مختلف گروہوں کے درمیان گہرا شگاف پڑ گیا ہے اور ان تمام خرابیوں کی وجہ سے روزانہ تقریباً ۴۰ ہزار لوگ بھوک اور کم خوراکی میں مبتلا ہو کر اپنی جان گنوا دیں گے۔

اس مشہور مسلمان فرانسیسی دانشور نے اپنی اس کتاب میں یورپ پر امریکی بالادستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "در حقیقت دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ والے امریکہ کے غلام بن گئے۔ انہوں نے امریکہ کے سلسلے میں یورپی ممالک نرم کی روی پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے: "امریکہ نے پوری دنیا کے تنہا اور یگانہ حاکم بننے کا منصوبہ بنا رکھا ہے اور اسی وجہ سے وہ پوری دنیا پر نئے طرز کی اقتصادی اور سیاسی بنیاد پرستی کو مسلط کرنے کی کوشش میں ہمہ تن سرگرم ہے۔ اور اگر یورپ نے ۲۱ ویں صدی میں عالمی سیاست کے موجودہ انحرافات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تو دنیا کی مکمل نابودی کا سامان فراہم ہو جائے گا۔ گارودی نے عالمی سطح پر پھیلی ہوئی مفلوک الحالی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ در حقیقت دنیا کے فقط ۲۰ فیصد لوگوں نے ۸۰ فیصد عالمی سرمایہ پر قبضہ جما رکھا ہے اور اسے اپنی مرضی سے خرچ کر رہے ہیں۔

جلالپور میں یوم قدس

جناب کرار حسین کی اطلاع کے مطابق بتاریخ ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ بروز جمعۃ الوداع بارگاہ حسینی محلہ عثمان پور کے میدان میں ایک احتجاجی جلوس برآمد کیا گیا جس کی قیادت حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حسن رضا جلالپوری کر رہے تھے ایک گھنٹے تک نعروں سے فضا گونج رہی تھی' مومنین نعرے لگا رہے تھے: بیت المقدس لے کے رہیں گے' لے رہیں گے۔ "اسرائیل غاصب مردہ باد' مردہ باد۔" "خامنہ ای ہمارے رہبر ہیں' رہبر ہیں۔" "انقلاب اسلامی زندہ باد' زندہ باد۔" "اتحاد اتحاد"۔

بعدہ حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حسن رضا جلالپوری نے بیت المقدس کی اہمیت پر مفصل تقریر فرمائی۔

آفاق فلم کمپنی کے ڈائریکٹر جنرل اور معروف فلم ساز جناب امیر حسین شریفی سے ملاقات وگفتگو

فلم اور سینما کا نام آتے ہی بالعموم مسلمان ذہن یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ فلموں کے ذریعہ اخلاق بد عنوانیوں کی تبلیغ واشاعت کی جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑے اور قتل وغارتگری کے مناظر کی فوٹوگرافی کے ذریعہ نوجوانوں کو بری عادتوں کی طرف راغب کیا جاتا ہے اور ہنر نمائی کے نام پر عریانیت اور نوجوان مردوزن کے اختلاط کو فروغ دیا جاتا ہے لہٰذا فلموں سے ایک حقیقی مسلمان کا کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ فلم انسانی ہنر وفن کی نمائش اور اعلیٰ انسانی قدروں کی تبلیغ واشاعت کا بہترین وسیلہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس فن کو اپنے ملک وملت کی تہذیبی قدروں سے ہم آہنگ رکھا جائے اور بیگانہ تہذیب وتمدن کے اثرات کو اس وقت تک قبول نہ کیا جائے جب تک وہ ہماری اپنی تہذیب اور اس کے معیاروں سے میل نہ کھاتی ہوں۔ یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہے کیونکہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کے فنکاروں نے اس کا عملی نمونہ دنیاوالوں کے سامنے پیش کردیا ہے اور بین الاقوامی فلمی مقابلوں میں اعلیٰ انعامات حاصل کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ فلم سازی کے ذریعہ کردار سازی اور انسان سازی کا عظیم مقصد بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ سرزمین ایران میں اسلامی حکومت کی تشکیل سے قبل جو فلمیں تیار کی جاتی تھیں وہ در حقیقت امریکی فلموں کا فارسی ترجمہ ہوا کرتی تھیں اور اس دور کے فنکاروں کی اداکاری مغربی تہذیب کی تقلید کے علاوہ کچھ نہ تھی لیکن موجودہ ایران میں اسلامی قوانین کے سایہ میں جو فلمیں تیار کی جارہی ہیں ان میں اخلاقی مفاسد کا گزر نہیں ہے۔

نومبر ۱۹۹۷ء کے اواخر میں ایران کے مشہور فلم پروڈیوسر امیر حسین شریفی نے دہلی کا دورہ کیا۔ اس سفر کے دوران انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں واقع (Mass Media Research Center) میں زیر تعلیم اداکاروں اور فنکاروں سے ملاقات وگفتگو کی اور اپنی مشہور فلم "ہور در آتش" کی نمائش کے بعد ان کے سوالوں کا جواب بھی دیا۔ ان کی اس فلم کو انسانی حقوق کمیشن نیویارک کی جانب سے انعام بھی حاصل ہوچکا ہے۔ یہ فلم جوکہ ایک جنگی داستان پر مبنی ہے' اسے دیکھنے کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طالب علموں نے سوال کیا کہ اس فلم میں کوئی ہیروئن کیوں نہیں ہے؟

فلم ساز شریفی نے بتایا کہ چونکہ یہ ایک رزمیہ داستان پر مبنی فلم ہے لہٰذا اس میں کسی اداکارہ کے لئے کوئی رول داستان سے میل نہیں کھاتا لیکن میری دوسری فلم "پری" میں مرکزی کردار ایک اداکارہ کا ہے۔ فلموں میں موسیقی کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں شریفی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ جواب دیا کہ ہم فلموں میں موسیقی کے استعمال کے مخالف نہیں ہیں لیکن ہم لوگ سنتی اور عرفانی موسیقی کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی موسیقی سے پوری طرح پرہیز کرتے ہیں جو ہمیں غیر اخلاقی اور غیر انسانی حرکتوں کی طرف راغب کرتی ہے۔ ایران میں ایسی بہت سی فلمیں بنائی جاتی ہیں جن میں کلاسکی' روایتی اور عرفانی موسیقی سے کام لیا گیا ہے اور فلموں میں گیت وغیرہ بھی موجود ہیں۔ مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم گیت اور موسیقی کے خلاف نہیں ہیں لیکن ان تمام چیزوں کا ہماری تہذیب کے مطابق ہونا لازمی ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فلم ساز شریفی صاحب نے بتایا کہ فلم انڈسٹری سے متعلق اداکاروں' ہدایت کاروں اور فلم سازوں کی تربیت کے لئے ایران میں جامعہ ملیہ اسلامیہ جیسے کئی مراکز موجود ہیں جہاں ہر فن کو اس کے ذوق وسلیقہ کے مطابق لازمی تربیت فراہم کی جاتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ فلموں میں تجارتی اور بازاری پہلوؤں کو بھی نگاہ میں رکھا جاتا ہے لیکن محض مالی مفاد کی خاطر سماج میں اخلاقی مفاسد کی ترویج کی اجازت نہیں ہے۔ ہر دولتمند آدمی فلم سازی کا کام شروع نہیں کرسکتا بلکہ اس میں لازمی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔

فلم سازی کے میدان میں سرکاری مداخلت کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں شریفی صاحب نے بتایا کہ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ایران میں بھی ایک سرکاری تنظیم موجود ہے جو فلم کی داستان اور اس کے اہم مناظر پر مکمل نظارت کا کام کرتی ہے۔ ایرانی فلم سازوں کی نظر میں محض تجارت کرنا اور دولت کمانا ہی نہیں ہے بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ فلموں کے ذریعہ ملک وملت کی خدمت کو اولیت دی جانی چاہئے۔ وہ فلموں میں اپنی اخلاقی قدروں کی نمائش کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایرانی فلموں میں تفریحی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے لیکن اداکاروں اور فلم دیکھنے والوں کے درمیان رابطہ کی کڑی کو غیر معمولی اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہماری فلموں میں مختلف النوع سماجی مسائل کی جھلک پیش کرتے ہوئے عوام کو عظیم اخلاقی پیغامات کی طرف بھی متوجہ کیا جاتا ہے۔

مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلموں میں عظیم انسانی اور اخلاقی قدروں کی حفاظت کی ذمہ داری اس حکومتی تنظیم کی ہوتی ہے۔

ہندوستانی فلموں کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں شریفی صاحب نے بتایا کہ ایک فلم ساز کی حیثیت سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان کی فلموں میں داستان کی کمی ہے اسی وجہ سے ایک ہی عشقی داستان کو مختلف انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس کا مرکزی مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں عاشق اور معشوق کے درمیان جدائی پیدا کی جاتی ہے اور اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

جنسی مناظر و موضوعات کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں شریفی صاحب نے بتایا کہ اسلامی جمہوریہ ایران' اسلامی تعلیمات کے دائرہ میں قائم ہونے والے جنسی روابط کا مخالف نہیں ہے۔ ہمارا ملک اسلامی قوانین کا پیرو ہے اور ہمارے عوام اسلامی ثقافت کو عزیز رکھتے ہیں۔ ہم فلموں میں عریانیت ذلت آمیز جنسی روابط اور لوٹ کھسوٹ و قتل و غارتگری کے مخالف ہیں۔ ہم فلم کے پردوں پر نازیبا اور غیر انسانی جنسی مناظر پیش کر کے دولت اندوزی کو ہرگز پسند نہیں کرتے بلکہ ہم ایسی فلم بناتے ہیں جس میں لوگوں کی تفریح کے سامان بھی موجود ہیں اور ملت اپنی اخلاقی قدروں سے دور بھی نہ ہونے پائے۔

ایران میں ہندستانی فلموں کی مقبولیت کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں شریفی صاحب نے بتایا کہ پرانی فلموں میں داستان کو بنیادی اہمیت حاصل تھی لیکن سردست ہندستانی فلموں میں مغربی تہذیب کی عریانیت کو زیادہ اجاگر انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ بہرحال وہ ہندستانی فلمیں جو ہماری اخلاقی قدروں سے میل کھاتی ہیں ایرانی عوام کے درمیان غیر معمولی مقبولیت کی حامل ہیں۔ چنانچہ دیوار' شعلہ' سنگم اور گاندھی نامی فلمیں ایران میں بہت مقبول ہیں۔ اسی طرح ٹیپو سلطان نامی سیریل کو ایرانی ٹیلی ویژن کے ذریعہ اب تک دو مرتبہ دکھایا جاچکا ہے چونکہ اس سیریل میں پیش کی گئی داستان ہمارے عوام کی اخلاقی قدروں سے قریب ہے' اس لئے لوگ اسے بے حد پسند کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس امریکی فلمیں ہمارے ملک میں عوامی مقبولیت کی حامل نہیں ہیں' اس لئے ایرانی عوام ان فلموں کو ناپسند کرتے ہیں۔

سردست اس بات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں اپنے قیام کے دوران امیر حسین شریفی صاحب نے ایک پریس ملاقات بھی کی جس میں اخبارات کے نمائندوں کے علاوہ zee Tv کی ٹیم بھی شریک تھی۔ بعد میں یہ پریس انٹریو اور شریفی صاحب کی فلم "پری" کے کچھ حصے ۳۰ نومبر ۱۹۹۷ء کو دس سے بارہ بجے رات کے دوران El-zee& BBC home Tv کے ذریعے نشر بھی کئے گئے۔

تہران میں اسلامی کانفرنس تنظیم ممبر ممالک کے حکام و سربراہوں کا آٹھواں اجلاس توفیق خداوندی کے سایہ میں اسلامی جمہوری ایران کی خارجہ سیاست کی عظیم الشان کامیابی کا نمونہ اور تنظیم کی کارکردگی اور راہ و روش میں نمایاں ترقی و تبدیلی کی شروعات تھی لیکن اس کی سب سے بڑی اہمیت 'سیاست کو اخلاقی اور ثقافتی جہت عطا کرنا ہے چنانچہ قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ سید علی خامنہ ای و صدر جمہوری اسلامی ایران حجت الاسلام سید خاتمی کی واضح گہری' سنجیدہ اور جامع مضامین سے آراستہ تقریریں' ان اہم پہلوؤں سے مالامال دکھائی دیتی ہیں۔ کانفرنس کی قرارداد میں بنیادی مسائل میں تفاہم' باہمی اتحاد و ہم بستگی اور مذکورہ مسائل کو گفتگو کے ذریعہ حل کرنے پر کافی زور دیا گیا۔

(عکس سرورق ص ۴ پر)

معذرت وضاحت

راہ اسلام کے گزشتہ شمارہ ۱۶۱-۱۶۰ اگست ۱۹۹۷ء میں آیہ مبارکہ انّ الدّین عند الله الاسلام کی کتابت میں غلطی ہوگئی تھی جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے اس آیہ مبارکہ کو دوبارہ صحیح کتابت کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

إن الدين عند الله الإسلام

RAH-E-ISLAM
(Urdu Monthly) R.N.I. No.49147/88
No.165-6, January-February 1998

تہران میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے ممبر ممالک کے سربراہوں کا آٹھواں اجلاس وحدت و اقتدار دنیائے اسلام اور اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ سیاست کی کامیابی کا شاندار نمونہ۔